قائدنا ذاك الخمینی عظیم الشان

الٰہنا احفظه لنا بحرمة القرآن

جمعیتِ خدامِ عزا کی ۵۶ ویں خدمت

بیادگار یومِ میلاد النبی حضرت سرورِ اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے گھوڑوں کا زیادہ سے زیادہ حال

ذوالجناح

زبدۃ العلماء سید آغا مہدی لکھنوی

رئیس التحریر مدرسۃ الواعظین لکھنؤ

قدیم نامہ نگار جرائد بھارت "اودھ پنچ لکھنؤ" "آجکل" دہلی وغیرہ

ناشر

جمعیتِ خدامِ عزا ۱۴۲/۲ اے فیڈرل بی ایریا کراچی

جملہ حقوق محفوظ

★

ناشر	سید عابس حیدر نقوی
تعداد	ایک ہزار
بار اول	نومبر ۱۹۸۴ء
کتابت	مرکز کتابت، ۴۳۸/۲۰ فیڈرل بی ایریا کراچی
مطبوعہ	مشہور آفسٹ پریس کراچی

قیمت صرف ۷ روپے

★

جمعیتِ خُدّامِ عزا ۱۲۲/۷ اے۔ فیڈرل بی ایریا کراچی

زبدۃ العلما سید آغا مہدی لکھنوی

سید عابس حیدر نقوی
سیکرٹری ادارہ

سید غلام قنبر نقوی

آقائے شریعت طاب ثراہ کو ادارہ کی کتابوں سے غیر معمولی دلچسپی
تھی موصوف اور زبدۃ العلماء جناب آغا مہدی کا عکس ۔۔۔

ضروری اطلاع

مسبّبُ الاسباب کا لاکھ لاکھ شکر کہ چوبیسویں کتاب چھاپ کر میں اس ادارہ کو جو مدت سے آپ کے علم میں ہے یاد دلاتا ہوں کہ کتب خانہ (لائبریری) کی زمین خریدی جاچکی ہے عمارت کی تشکیل ٹرسٹ (کمیٹی) کا کام ہے جس کے نام آخری بار پھر قطعی پیش کیے جا رہے ہیں۔

(۱) جناب سید ضیاء الحسن صاحب زیدی ریٹائرڈ ڈسٹرکٹ انسپکٹر آف اسکولز کراچی۔
(۲) پروفیسر سید زین العابدین صاحب رضوی الہ آبادی۔ اسلامیہ کالج کراچی۔
(۳) جناب سید ظہور حید صاحب زیدی ۱۰ الحمید بلاک نمبر ۷ کراچی
(۴) جناب سید غلام قنبر صاحب نقوی امروہوی بلاک نمبر ۲ کراچی
(۵) سید محمد تقی نقوی و سید محمد زکریا نقوی و سید احمد نقوی (اولاد واقف)

سید آغا مہدی

۲۰ محرم الحرام ۱۴۰۵ھ

واللہ مُتمُ نورہ ولوکرہ الکافِرُون

زندگی میں واقعۂ کربلا پر ۲۲ کتابیں لکھنے کی خدا نے عزت دی اور مقبولِ عام ہونے کا شرف حاصل ہونے پر محسوس کیا کہ ذوالجناح پر میرے سات مضامین قومی اخبارات میں چھپے ہوئے لائبریری میں موجود ہیں ان کو باعلی کہہ کر کیوں نہ یکجا کر دیا جائے اور چوبیسویں پیش کش قوم کے سامنے آئے۔ کہنے میں تو بڑی معمولی اور آسان بات ہے لیکن سلسلہ وار کرنا اور سب یکجا ہو جائیں اس کے لئے بھی بڑی طاقت کی ضرورت ہے اور اب میں زیادہ سے زیادہ کمزور ہوں۔ کوئی معاون نہیں یہ سعی آج نہیں مہینوں سے ہو رہی تھی اور اس نتیجہ تک پہنچا ہوں کہ ایک مقالہ تو حاصل نہیں ہو سکا جو صدرِ سخن سے متعلق تھا اور آخر کا ایک مضمون ناقص دستیاب ہوا ہے جو ممکن ہے کہ مکتبہ سے فیض پانے والوں یا میری اولاد میں کوئی صاحبِ قلم پیدا ہو اور مطالعہ سے کمی پوری کرے۔

دل ودماغ کے اس تخیّل نے زیادہ تر ہجرت کے بعد پاکستانی ہونے پر بار بار ٹوکا اور ابتدائے عمر کی اخبار بینی یاد آتی ہے پورے ستر برس آدھر کا ذکر ہے خواجہ حسن نظامی مرحوم نے بھارت کے سیاسی رہنماؤں پر خامہ فرسائی میں ابوالکلام

آزاد کے علمی و تاریخی جریدہ الہلال کو صنعت مقلوب میں "لالی ہلا" کا نام دے کر یاد کیا تھا اور مغفرت مآب قائد ملت محمد علی جناح کے ذہن میں عزاداری کے جلوس میں ذوالجناح کی مقدس لفظ ان کے قلم سے نکلی جب تحقیق لفظ کا حق ادا ہوا۔ یاد رکھو شہادت حسینؑ پر آجکل کا مرثیہ وہ ہے جس کو کتنے ادیب مسدس کہتے ہیں اور مرثیت ان کے نزدیک محدود ہے میر انیس اور مرزا دبیر کے مرثیوں میں اس رائے میں عصر حاضر کے مرثیہ گو کا درجہ پست نہیں ہوتا وہ اپنی جدت طرازی میں بہترین مصلح وقت کے تقاضہ کو خوش اسلوبی سے پورا کرنے والے قابل ہیں مگر اس رنگ سے اسلاف کی یاد زندہ ہوا ایسا نہیں ہے چنانچہ آج کل کے بعض مشاہیر جب گھوڑے کی تعریف میں ایک بند بھی نہ کہہ سکے تو الزام دینے پر انھوں نے سچ کہا۔ میں شہسوار نہیں ہوں تمام عمر گھوڑے پر نہیں بیٹھا۔ مثنوی میر حسن مرحوم میں گھوڑے کی تعریف میں چند شعر نظر آئے جس کا آج کوئی سمجھنے والا نہیں۔ ملاحظہ ہو۔

نہ ختری نہ کمری نہ شب کور وہ
نہ وہ کہنہ رنگ اور نہ منہ زور وہ
نہ ہڈون کا نہ متھڑون کا خلل
نہ پیشانی او پر ستارہ کا بل
نہ ساپن نہ ناگن نہ بھونری کا ڈر
ہر اک عیب سے غرض وہ بے خطر

مثنوی میر حسن صفحہ ۳۴ مطبع نامی لکھنؤ ۱۹۱۵ء

قدیم مراثی میں یہ گوشہ بھی ہے کہ واقعۂ کربلا کے بعد ثانیٔ زہرا علیہا السلام کسی خاتون سے بھائی کی جنگ بیان کر رہی ہیں اور راہوار کی ایک خاص صفت کو سن کر اس عورت کا تعجب خیز لہجہ میں یہ عرض کرنا چھکلیان تھا وہ گھوڑا۔ یہ جواب بتاتا ہے کہ

پردہ نشین خواتین بھی راہوار کی توصیف میں بے خبر نہ تھیں۔ بہرحال اگر تشکیل میں خدا نے کامیاب کیا تو واقعۂ کربلا پر یہ چوبیسویں کتاب نشر ہو کر ایک لاکھ چوبیس ہزار نبیوں کی روح کو خوش کرے گی اس لئے کہ وہ سب عزادارانِ حسینؑ تھے۔

خادم دین آغا مہدی رضوی لکھنوی
آل غفران مآبؒ
۸ر شوال ۱۴۰۴ ہجری

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

ذوالجناح

عذرِ گناہ بدتر از گناہ

دردِ دل کہا نہیں جاتا　　　آہ چُپ بھی رہا نہیں جاتا

جمعیت خدام عزا اور دوسرے قدرشناس اصحاب نے جو تصانیف چھاپے اس میں صحت کا بہتر انتظام نہ تھا کتابت کی غلطیاں رہ گئیں مجبوری پر اپنی کچھ تو وجود باری کے صفحات میں لکھ چکا ہوں ممکن ہے اس کی اشاعت میں تاخیر ہوا اس لئے دفتر کی کمزوری پر کسی قدر تفصیل سے قلم اُٹھانا ہے۔ العسکری حصہ دوم میں واشگاف الفاظ میں ظاہر کیا جا چکا ہے کہ کام کرنے والے آنریری ہیں آج کے دن کے لئے قوم کو ممبر بنا کر ماہوار چندہ حاصل کر کے کام شروع نہیں ہوا ہے اور چہاردہ معصومین پر ۱۲۱ کتابچہ چھاپ کر چودہ ہزار جلدیں بلا قیمت تقسیم کیں اور جو مقبولیت میں دو دیگر اداروں نے طلب کر کے طبع کی وہ بغیر حقِ تالیف دین اغلاط سے ان کے پاک رکھنے کا ذمہ دار کون ہے۔ سوانح حضرت مسلم بن عقیل طبع سوم جس ذمہ دار ہستی کی طرف سے چھپا اس نے باب المراثی میں قطب شاہی دکھن کے شعراء کے اشعار نکال دیئے اور

اپنی بزم کے طویل اشعار کو جگہ دی اسلاف کے دو دو تین تین شعر ان کی خدمات کے احیاء کے ساتھ زبانِ اُردو کا ارتقاء مقصود تھا نہ موجودہ شعراء کا کلام شخصیت پرستی اسی کو کہتے ہیں اہل علم کی اصطلاح میں یہ اطناب ہے۔ دوسرے صاحب نے مقبول ترین لٹریچر الرضاؑ کا طبع دوم چھاپا اور احسان کیا شکریہ قبول کیا اور سادات کی دنیا میں فراوانی کے اسباب سامنے آئے۔ مگر اپنی طرف سے چند صفحے موضوع کے خلاف بڑھا دیئے اور شرم نہ آئی مستقبل کے مطالعہ کرنے والے اس کو بھی غریب مصنف کی بدحواسی سمجھیں گے تیسری مرتبہ بھی ایسا ہی ہوا اور اللہ کا شکر ہے کہ حضرت محمدؐ رحمت بک نے مکمل چھاپا کتابت کی مکمل نگرانی نہ میرا فرض ہے کہ زبانی ہدایات کے باوجود بسترِ مرض سے اُٹھتا رہوں اور پریس کے پھیرے ہوں نہ وہ اتنے ہمدرد ہیں کہ اپنے امکان سے زیادہ کوشش کریں ادارہ کے اشتہار مورخہ شوال ۱۴۰۲ھ میں یہ خبر ہے کہ۔ کام بند کیا جاتا ہے مگر ذوالجناح پر مقالات تلاش کرنے والوں نے یکجا کیئے یہ بہتر ہوگا اس کے بعد بھی دوات و قرطاس مانگوں تو مجھے لکھنے دینا۔ روکنا نہیں ورنہ تم مانع خیر دوست نہیں میرے دشمن ہوگے حق پوش ہونا بڑا بھاری گناہ ہے ایک بار جو جرم نام نہاد انسانیت سے ہوا وہ اب نہ ہو۔ خدائے برتر فرماتا ہے اِنَّا مِنَ الْمُجْرِمِیْنَ مُنْتَقِمُوْنَ۔

شبیہہ ذوالجناح

تعزیہ داری کا فلسفہ ——— از ارشاد ۱۶ رجون ۱۹۶۲ء کراچی صفحہ ۲۷

تصویر عالمی شئے ہے اس پر دنیا کا زیادہ سے زیادہ سرمایہ لگ رہا ہے تجارت اخبار کتابیں تفریحی مشاغل کی جان تصویر ہے ذہن بشر کا قاعدہ ہے کہ جو بات زبان سے سمجھ میں نہیں آتی وہ تصویر بنا دینے کے بعد دل نشین اور نظر افروز

ہو جاتی ہے شعراء کی نظموں میں ہمیشہ سے تصویر کی غیر معمولی حیثیت رہی۔ ابوالفضل
محمد بن حسین بن حمید کی مدح میں متنبی کا یہ شعر بعث الیک المهادی غیر مهدیة
غدا مصور لیس الحس مصورا۔ کافی مشہور ہے۔ فوٹو سے اقتصادی
حالات میں نمایاں ارتقاء آج مسلّمہ حقیقت ہے اور ہمارے ماضی میں بھی خاص
مذہبیات تصویر سے خالی نہ تھے گنبد خضراء کی نقل قبر نبوی کی تصویر نعل مبارک کی
شبیہ اور دلائل الخیرات ایسی مقبول کتاب قلمی یادگار خلفاء کی قبروں کی زیارت سے
ناظرین کتاب کو لطف اندوز کرانے کا خیال اور صفحۂ قرطاس پر نشانِ قبر شاہ عبدالحق
دہلوی کے قلم سے دیکھو۔ (جذب القلوب الٰی دیار المحبوب صفحہ ۹۷ طبع نول کشور ۱۸۶۹ء)
اگر قبور اسلاف کی نقشہ کشی کو جذبۂ عقیدت شاہ صاحب کا کہا جائے تو اس منزل پر
آنے میں شیخ حسین بن محمد حسن دیار بکری مشہور مورخ کو بھی عذر نہیں۔ وہ آقائے دو جہاں
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور خلفاء کے قبور کی تصویریں مسلمانوں کی زیارت کے لیے حوالۂ قلم
کرتے ہیں (تاریخ خمیس جلد ۲ صفحہ ۱۹۱ طبع مصر) ایک عالم اور ایک مورخ کے قلم
سے واضح ہوا کہ نقلِ مزار بدعت نہیں۔ تصویر کئی طرح کی ہوتی ہے کسی درخت یا جانور
یا انسان کا قلم سے کاغذ پر نقشہ کھینچنا جو قابلِ تجزیہ نہ ہو اگر چاہو کہ تصویر الگ
ہو جائے تو کاغذ ٹکڑے ٹکڑے ہو کر لکیریں مٹ جائیں گی اور جو تصویر صفحۂ قرطاس
پر بنی تھی وہ باقی نہ رہے گی ہاں اگر یہی صورت ریشم یا سوت کے تاروں (دھاگے)
سے سوئی (سوزن) کی مدد سے کپڑے پر بنتی تو اس کا جسم ہوتا تو ممکن ہے کہ وہ قینچی کی
مدد سے علیحدہ کر لی جائے۔ تم کہو گے کہ کاغذ کے حروف بھی مقراض سے قطع ہو سکتے ہیں
اور قلم کار تصویر کٹ کر وہی صورت اختیار کر سکتی ہے جو سوزن کار میں حاصل ہوئی
ایسا نہیں ہے نقشِ قرطاس اگر قطع ہو گا تو وہ پارچہ کاغذ کہلائے گا رنگ میں جدائی
کی صلاحیت نہیں ہے دونوں صورت میں اچھا خاصا فرق ہے اس مؤخر الذکر تصویر

کا زمین پر سایہ بھی پڑے گا مگر گردشِ قلم میں پرچھائیں کا امکان نہیں اور اگر
زیر بحث شکل اور صورت کو کسی مادی جسم کی آمیزش سے ڈھال کر اس ہیئت میں
لے آؤ تو یہ ایک قسم کا بت کہا جائے گا مٹی کے مجسمے، مصالحہ کی تصویریں، دھات
کے پیکر سایہ دار بھی ہیں اور طول و عرض عمق و وزن تمام کیفیات رکھتے ہیں۔ یہ
دوسری اور اعلیٰ محسوس قسم تھی تصویر کی جس کو علماء اور مفتی بلا اشکال حرام کہتے
ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ تصویر درسِ فطرت ہے اس کا ایک غیر شعوری منظر یہ بھی ہے کہ
خود بخود تصویر دکھائی دے یا سطحِ آب پر نگاہ کرنا۔ تمہاری صورت شیشہ کے
سخت عنصر میں بھی پہنچ گئی اور پانی ایسے سیال مادہ میں بھی نظر آئے گی یا شیشہ جیسے
جتنے اقسام پلاسٹک وغیرہ ایجاد ہوتے جائیں وہاں چہرہ نظر آئے گا شیشہ کے
کے علاوہ معدنی پتھر بھی آئینہ کا کام دیتے ہیں اور بعض پتھر ایسے ہوتے ہیں کہ جو
اپنی چلتی پھرتی تصویر کو روک لیتے ہیں یا قبول کر لیتے ہیں عقیق شجری پر درخت چاند
انسان، حیوان، عجائباتِ عالم کے عکس دکھائی دیتے ہیں اور بعض کثیف پتھروں پر بھی
درخت، گھاس، سبزہ کا عکس دیکھ کر صانع عالم کی قوت و اقتدار اور موجودات اشیاء
میں تاثرات کا پتہ چلتا ہے مگر ہر تصویر بے حس و حرکت اور جسم بے رُوح ہے۔ میر کہتے ہیں ؎
رات محفل میں ترے ہم بھی کھڑے تھے چپکے ؎ جیسے تصویر لگا دے کوئی دیوار کے ساتھ
دلدل ان اقسام میں کسی قسم میں نہیں آتا اور امام مظلومؑ کی طرف نسبت پانے والا اصلی
گھوڑا وہ شبیہ ہے مگر ویسی نہیں جیسی مثالیں گزریں جس کی تصویر قلم سے کھینچی تھی وہ
انسان تھا اور جو تصویر عزاداری میں سبب گریہ و بکا ہوا کرتی ہے وہ ایک راہوار
کی یاد میں اپنے دور کا ایک اسپ منسوب ہوتا ہے نہ رنگ ہے نہ دوسری جنس ہے
بت و صنم کسی جاندار کی تصویر ہوا کرتی ہے مگر ساخت کے بعد پتھر ہے دونوں جنسیں
تبدیل شدہ ذوالجناح وہ ہے جو ہم جنس ہونے سے شبیہ ہوتے ہوئے کسی واعظ

مفتی، ناصح محاسب کے فتویٰ کی زد میں نہیں آتا اور زیارت کرنے والا دیکھ کر کہتا ہے کہ شبیہہ راہوار ہے وہ بھی زندہ حیوان تھا اور یہ بھی ایک جانور ہے۔

انبیاء کرام کی محترم تصویریں

تابوت سکینہ بنی اسرائیل کے تبرکات میں ایک قابل عزت صندوق تھا جس کے تبرکات اپنے مقام پر قصص الانبیاء میں نظر آتے ہیں اور قرآن حکیم میں بھی اس تابوت کا ذکر ہے۔ ان اللہ انزلہ علے آدمؑ تابوتاً فیہ تماثیل انبیاء علیہم السلام من اولادہ وکان عود شمشاد نحو من ثلثہ اذرع فی ذراعین (تفسیر ابی السعود صفحہ ۲۴۳ برحاشیہ تفسیر کبیر فخر رازی) خدا نے حضرت آدم پر ایک تابوت اتارا تھا اس میں ان کی اولاد میں جو نبی ہونے والا تھا اس کی تصویریں تھیں درخت شمشاد کی لکڑی سے بنا تھا تین ہاتھ لانبا اور دو ہاتھ چوڑا تھا۔ شمشاد کی تحت میں لغت سے واضح ہوتا ہے کہ وہ فارسی لفظ ہے یہ درخت نہایت خوشنما اور بلند ہوتا ہے اس کی لکڑی بہت مضبوط ہوتی ہے چونکہ یہ درخت نہایت خوبصورت اور سیدھا ہوتا ہے اس سبب سے معشوق کے قد کو اس سے تشبیہ دیتے ہیں (لغات کشوری صفحہ ۲۸۱ کالم ۲) خود تابوت سکینہ کے لفظ کے معنے میں بھی لغت بتاتا ہے کہ اس کا سر بلی کے سر کے برابر تھا اور دونوں پاؤں یاقوت کے تھے (صفحہ ۲۵۶ کالم ۱ طبع لبستم لکھنؤ) اس بیان میں جو فریقین کی کتابوں میں پایا جاتا ہے ابو اسحاق ثعلبی نے یہ اضافہ کیا ہے کہ تابوت میں پیغمبر کے چاروں خلفاء کی تصویریں تھیں (عرائس التیجان صفحہ ۱۹۶ طبع مصر) یہ تصریح نہیں ہے کہ تصویریں کیسی تھیں تمثال کے لفظ سے جو عربی دان سمجھتا ہے نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ سلف سے اس وقت تک تصویریں امم سابقہ میں قابل اعتراض نہ تھیں اور شبیہہ کی ہر زمانہ میں عظمت تھی۔

نظام الٰہی میں ایک سیہ پوش شبیہہ

دنیا مصیبت اور رنج و غم کی جگہ ہے اس دار محن میں پہلا غم اور پہلا قتل (شہادت) فرزند آدم حضرت ہابیل کی ان کے سفاک بھائی قابیل ملعون کے ہاتھ سے ہوا وہ بدکردار یہ بھی نہ سمجھتا تھا کہ جان لینے کے بعد کیا کرے۔ قدرت نے دو سیاہ کوّے (زاغ) لڑتے ہوئے بھیجے ایک کو دوسرے نے مار ڈالا اور زمین کھود کر لاش دفن کر دی۔ حیات القلوب شیعہ عالم کی کتاب سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کالا کوّا جبرئیل تھے پس در این وقت قابیل بگفت آیا عاجز بودہ باشم مثل این غراب (حیات القلوب جلد اوّل طبع نول کشور ۱۸۸۳ء صفحہ ۶۹ لکھنؤ) قابیل نے اب افسوس کیا کہ میں اس کوّے سے بھی بدتر ہوں یہ دونوں فرشتے تھے جو ظالم کو تعلیم دینے نازل ہوئے اور آدم کا فرزند بے دفن نہ رہا۔ خدا نے سوگوار پدر کے دل کی تسلی اور ایک طرح کی تعزیت میں طاؤس نہیں بھیجا عندلیب بلبل نہیں آئی وہ پرند آیا جو کالے رنگ کا سیہ پوش تھا دفن ہابیل قرآنی واقعہ ہے اور تاریخی و تفسیری صدا ہے کہ فرشتہ بصورت غراب آیا ثعلبی کی تحریر اور اسلامی نظریہ یہ ہے کہ قاتل و مقتول یعنی قابیل و ہابیل اس وقت شادی شدہ تھے۔ ہابیل (علیہ السلام) کے نکاح میں بہشت کی حور اور قابیل (بدبخت) کی بیوی قوم جن کی عورت تھی دونوں عورتیں لباس بشر میں تھیں (عرائس التیجان صفحہ ۴۳ طبع مصر) علماء شیعہ اس مقام پر فرماتے ہیں کہ شادی بیاہ کی یہ تجویز حضرت شیث اور ان کے دوسرے بھائی کے لئے تھی جس سے نسل انسانی قائم ہوئی اور ایسا نہ تھا کہ بہن بھائی کی شادی اس وقت جائز ہو بہر حال یہ مسلمہ فریقین ہے کہ انسانیت کی بنیاد میں شبیہہ سازی کو بڑا دخل ہے اگر ہم پیغمبر آخر الزماں کی امت میں ان کے نواسہ کے غم میں شبیہہ بنائیں تو وہ قدیم عمل در آمد ہوگا۔

عہد حضرت ابراہیم خلیل اللہ میں شبیہ

وہ ابراہیم جن کی پیروی کا قرآن میں بار بار حکم ہے اور ان کی مہمان نوازی قرآنی آوازہ ہے آپ کے پاس دو فرشتے مہمان کی صورت میں آئے۔ نبئہم عن ضیف ابراہیم المکرمین۔ پیغمبر ان کو خبر دے دیجئے ابراہیم کے باعزت مہمانوں کی وہ ملک تھے اس لئے ماحضر نوش نہ کر سکے۔

فرعون کے سامنے ملک لباسِ بشر میں

فرعون کی سرکشی اور خلقِ خدا پر مظالم جب حد سے بڑھے تو جبرئیل آدمی کی صورت میں نازل ہوئے اور کہا اس غلام کی کیا سزا ہے جو اپنے آقا کی خطائیں کرتا رہے اور اس پر بلندی کا دعویدار ہو حالانکہ نعمت پر نعمت دے کر اسی نے پرورش کی۔ فرعون نے بے ساختہ کہا اس کو پانی میں غرق کر دو۔ جبرئیل نے کہا کہ اس کو اپنے قلم سے لکھ دے۔ جب فرعون غرق کیا جانے والا تھا تو ملک نے وہ دستخطی تحریر فرعون کو دکھائی اور کہا۔ اب تو اچھی طرح ڈوب تو نے اپنے نفس پر آپ ظلم (تفسیر روح البیان۔ سورہ والصافات پ۲۳ صفحہ ۴۵۴ فاضل بریلوی طبع مصر)۔

سفر موسیٰ و خضر میں شبیہ

ایک اور قرآنی حکایت مجمع البحرین میں جہاں دو دریا مل کر بہتے تھے ناؤ پر بیٹھ کر کلیم اور یوشع اور خضر کا گذر ہوا اور علم باطن کی تعلیم۔ آخر میں اس پرندے کو دیکھا جو اپنی چونچ سے قطرات آب کو شش جہت کی طرف پھینک رہا تھا اور یہ رازِ الٰہی کسی کو معلوم نہ تھا اس وقت ایک صیاد نے جو مچھلی پکڑ رہا تھا حقیقت حال سے آگاہ کیا اور پیغمبر اسلام کی بعثت کی خبر دی جن کا دین دنیا بھر میں پھیلنے والا ہے اور ان کے وصی کے علوم اس قدر بے پایاں ہوں گے جو قطرہ کو سمندر سے نسبت

ہے۔ حیات القلوب میں ہے پس دانستم کہ آن ملکے بود کہ خدا برائے تادیب ما فرستادہ بود (حیات القلوب ج ۱ صفحہ ۲۵۶) پرند کی حقیقت بتانے والا فرشتہ تھا صیاد نہ تھا۔ جو موسیٰ کے لئے شمع راہ ہوا۔ ملحوظِ خاطر رہے کہ تین معصوم اس سفر بحری میں اور برّی میں گذر رہے ہیں اور شبیہوں سے سبق لیتے ہیں۔

طبیب کی شکل میں فرشتہ

امام اہلسنت شیخ عبدالوہاب شعرانی کہتے ہیں کہ بنی اسرائیل میں ایک شخص کوڑھ میں دوسرا نابینائی میں تیسرا سر میں بال نہ ہونے کی بیماری میں مبتلا تھا۔ فبعث الیہم ملکا فی صورۃ آدمی۔ خدا نے ایک فرشتہ آدمی کی صورت میں بھیجا اور جلدی بیماری کا دکھی اپنے مرض سے اچھا ہوا اور اندھا آنکھوں میں نور آنے اور گنجا سر پہ بال پیدا ہونے سے تندرست ہو گیا (کشف الغمہ شعرانی جلد اول صفحہ ۲۰۰ طبع مصر، مکتبہ حاجی داؤد ناصر کراچی۔)

حضرت یوسف نبیٔ خدا کی تصویر

آج وہ کتابیں دنیا میں موجود اور تاریخ کا روشن باب ہیں کہ سونے چاندی کے سکے پر سلاطین ماسبق کے کتبہ اور ان کی تصویریں کس شان کی تھیں انبیاء و اوصیاء میں جو تختِ سلطنت پر متمکن ہوئے ان میں حضرت یوسف کے حالات میں امام فخرالدین رازی نے اپنی تفسیر میں خود لکھا ہے۔ ان دراہم مصر کانت تنقش فیہا صورۃ یوسف علیہ السلام (مفاتیح الغیب جلد ۳ صفحہ ۲۶۴) مصر کے ہر درہم پر (چاندی کا سکہ) یوسف علیہ السلام کی تصویر تھی۔

حضرت ایوبؑ

صفِ انبیاء میں اس صابر نبی کا نام بھی محتاج تعارف نہیں ہے اس غیور انسان نے کسی محل پر صرف اس لئے کہ اگر عورت خلافِ حکم ایزدی کوئی قدم اٹھائے تو جامہ نبوت میں ہوئے معصوم

کو بحیثیت شوہر تادیب کا حق ہے اور قرآن مجید میں یہ اصلاحی اسکیم محفوظ ہو جائے تو دل میں ٹھان لی تھی کہ سو تازیانہ کی سزا ہونی چاہیئے چونکہ جذبہ صحیح تھا اور عورت کمزور اور بیگناہ تھی قسم پوری کرنے کے احترام میں ارحم الراحمین نے حکم دیا خذ بیدک ضغثاً فاضرب بہ ولا تحنث (سورہ ص) اپنے ہاتھ میں سینکوں کا ایک مٹھا لو اور بی بی کے جسم پہ مارو اپنی قسم جھوٹی نہ کرو۔ اس قضیہ میں سو تازیانہ کی شبیہہ ایک شاخ درخت قرار پائی اور کسی اصل کی نقل نہیں کی سیرت اور قرآن کی تعلیم ہے یہ آیہ کریمہ متکلمین شیعہ اس سے پہلے تعزیہ داری کے اثبات میں پیش کر چکے ہیں۔

حضرت داؤد نبی

یہ بھی قرآنی حکایت ہے ھل اتٰک نبأ الخصم اذ تسوروا المحراب اذ دخلوا علیٰ داؤد ففزع قالوا لا تخف خصمان بغیٰ بعضنا علیٰ بعض فاحکم بیننا (رسول) کیا آئی ہے آپ کے پاس خبر جھگڑنے والوں کی جس وقت دیوار پر چڑھ کر اتر آئے عبادت خانہ میں جس وقت کہ داخل ہوئے اوپر داؤد کے پس ڈرا ان سے کہا مت ڈر ہم ہیں دو جھگڑنے والے (ترجمہ شاہ رفیع الدین) وہ مرقومہ بالا ترجمہ کے بعد فرماتے ہیں کہ یہ جھگڑنے والے دو فرشتہ تھے پردہ میں سنا گئے ان کو ان کا ماجرا (قرآن مجید ترجمہ شاہ رفیع الدین صفحہ ۶۴۴)

شبیہہ عیسیٰ بن مریمؑ

ایک کو دوسرے کی شبیہہ قرار دینے کے واقعات بکثرت ہیں جن کو ہم ترک کرتے ہوئے صرف یہ عرض کرتے ہیں کہ جب عیسیٰ کے قتل کا مصمم ارادہ ہوا اور دشمنوں نے ان کو حجرہ میں قید کیا تاکہ صبح کو سولی دی جائے تو جو پہلا شخص حجرہ میں داخل ہوا ان کو آزار پہنچانے کے لیئے خدا نے اسی کو عیسیٰ کی شکل و صورت کا بنا دیا اور عیسے

بالائے آسمان اٹھا لیئے گئے سولی شبیہہ عیسیٰ کو ہوئی اور مرنے کے بعد وہ پہلی صورت پر آگیا یہ حقیقت سامنے آئی کہ عیسیٰ سولی سے محفوظ رہے۔ عیسائیوں نے اس سولی کی تصویر بھی اپنے لباس میں زیب گلو کی اور یہ انگریزی پوشش برٹش راج میں بڑے بڑے کٹر مسلمان اپنے پہناوے میں پہنتے رہے۔

حضرت ختمی مرتبت کا ہدایت آفریں عہد اور شبیہہ نوازی عصر محمدی خیر القرون اور قرآن حکیم

آخری صحیفہ ہے جو آسمان سے اترا ہے نہ سرکار دو عالم کا کردار تشنۂ فکر و نظر ہے اور نہ قرآن حکیم کے موجودہ کسی نظریہ میں چوں چرا کی گنجائش ہے اسوۂ حسنہ رسالت اور تعلیم قرآن دونوں ہدایت زار اور حکمت افروز ہیں کسی ایک سے مخالفت حدود اسلام سے خارج کرتی ہے جو آیات حضرت آدمؑ سے مسیح تک سلسلۂ بیان میں پیش کیں ان پہ پھر ایک نظر کرو اور قصۂ سلیمانؑ کی آیہ جو رہ گئی اس کو بغور دیکھو اور سنو یعملون لہ مایشاء من محاریب و تماثیل و جفان کالجواب و قدور راسیات (ترجمہ) بناتے تھے سلیمان کے لیئے جو کچھ چاہتے تھے قلعوں سے اور ہتھیاروں سے تصویریں اور لگن تالاب کی ایسی اور دیگیں ایک جگہ رکھی رہنے والی۔ حاشیہ پر توضیح میں ہے۔ محاریب کے معنی اونچی اونچی بنائیں اور مسجدیں اور محل اور تماثیل فرشتوں اور پیغمبروں کی تصویریں۔ ان کی شریعت میں تصویر بنانی جائز تھی (قرآن مجید مترجم بدو ترجمہ صفحہ ۶۰۶ طبع دہلی) وہ نقوش جو سلف صالحین کے وقت میں ابھرتے رہتے تھے وہ اسلام کے ذریعہ بدرجۂ اتم دنیا کے سامنے لائے گئے انبیاء کے قصص ہماری تعلیم کے لیئے تھے اور ان کو فراموش نہ کرنا اور پیغمبر عربی کی زندگی کے پہلوؤں پر نظر کرو (۱) جبرئیل امین خدا کا مقرب ترین فرشتہ دحیہ کلبی کی شکل میں بھی آتا رہا اور آنحضرتؐ کا فرمانا۔ لم یکن دحیہ کان

جبرئیل سماک باسم سماک اللہ۔ (ارجح المطالب بحوالہ ابن مردویہ صفحہ ۳۳)
باتیں کرنے والا دحیہ نہ تھا جبرئیل تھے جس نے اے علی تم کو امیر المومنین کے نام
سے جو خدا کا رکھا ہوا نام ہے یاد کیا (۲) شبِ ہجرت بسترِ رسول پر حضرت علیؑ کا شبیہ
رسولؐ معلوم ہونا۔ کفار قریش سے پوچھو (۳) جنگِ بدر اور دوسرے غزوات میں جو
فرشتے مسلمانوں کی مدد کے لئے آئے وہ تصویر علی تھے (۴) شبِ معراج چرخ
چہارم پر آنحضرتؐ کا شبیہ علی دیکھنا بھی سیرت میں موجود ہے (ارجح المطالب
صفحہ ۶۰۳)۔ اگر فرشتہ لڑائیوں میں بصورتِ علی آئے تو بزم میں بھی فلک پر فرشتہ
علیؑ کی شکل اختیار کر رہا ہے (۵) پیغمبر جب مقامِ قرب میں شب معراج پہنچے تو لب و
لہجہ علیؑ میں خدا کی مرسلؐ سے گفتگو (ارجح المطالب صفحہ ۵۷۹)۔ (۶) شب معراج جو ہاتھ
پردہ سے نکلا وہ دست علیؑ سے مشابہ تھا اس فضیلت کا حوالہ مجھے موجودہ کتب
میں نہ ملا جو غیر پر حجت ہوتا اور اس کو سن کر ہمارا مضحکہ اڑانے والے کہتے ہیں
کہ اللہ کا ہاتھ شیعوں کا غلو ہے یہ بلند پروازی ہماری نہیں بلکہ ید قدرت کا
حضورؐ کے شانہ پر معراج میں ذکر ہمارا افترا نہیں فیروز آبادی ان کے جلیل عالم
نے نقل کیا ہے کہ حضورؐ اپنا خواب بیان کرتے ہیں اس رویائے صادقہ میں یہ لفظیں موجود
ہیں فوضع یدہ بین کتفی اور خدا نے اپنا ہاتھ میرے کاندھے پر رکھا (سفر السعادت
جلد ۲ صفحہ ۱۲۹) اگر یہ بیان صحیح ہے تو فضیلت علیؑ کو بھی تسلیم کرنا ہے اور منقبتِ
انفرادی نہیں ہے مشترکہ ہے علاوہ اس کے وہ حدیث قدسی جو اسلامی کتب میں
بلا اختلاف پائی جاتی ہے کہ نوافلِ پنجگانہ پڑھنے والا خدا کی بارگاہ کے اس مقامِ
قرب پر پہنچتا ہے کہ اس کی سماعت، بصارت اس کا ہاتھ خدا اپنا بتاتا ہے کنت
یدہ الذی یبطش بہ (تفسیر کلی محی الدین بن عربی صفحہ ۱۲۰، ۱۶۰ طبع نول کشور
۱۳۰۱ھ) اس لحاظ سے شب معراج جو ہاتھ پردہ سے نکلا وہ علی کے ہاتھ سے

مشابہ تھا تو کوئی تعجب نہیں ہے ادنی کا اعلیٰ کی شکل اختیار کرنا اور اعلیٰ کا پست
صورت میں آنا مصالح کی بنیاد ہے جس کی مثالیں موجود ہیں (۷) آیۂ ولایت کے
ذیل میں حضرتِ علیؑ کے وقتِ رکوع جو سائل سوال کر رہا تھا وہ فرشتہ تھا (سر العالمین
غزالی صفحہ ۶۳) (۸) قرآنی نص ہے کہ سورۂ ہل اتیٰ جب نازل ہوا تو سوال کرنے والا
مسکین، یتیم اور قیدی کی صورت میں تھا وہ سب فرشتے تھے شبیہ کے ثبوت میں
یہ اعلیٰ مؤقف ہے (۹) اور سب سے قطع نظر کرنے کے بعد خود کردار رسولؐ مسلمانوں
پر حجت ہے فخر بشر رسلؐ اپنے نواسوں کی خاطر بروز عید اونٹ بنے اور صحابہ کی
تہنیت نعم الجمل جملکما۔ کیا اچھا شتر ہے تم دونوں کا۔ اس صدا کو رسولؐ نے
بدلوا دیا منظورِ الٰہی تھا کہ یہ کہو نعم الراکبان بڑے اچھے سوار ہیں رسولؐ کی مدح
سے آلِ رسول کی تعریف بہتر قرار پا چکی یہ حدیث بھی متواتر ہے جس کو ایک جماعتِ علماء
نے نقل کیا ہے دیلمی کے الفاظ یہ ہیں نعم الجمل جملکما ونعم العدلان انتما عن جابر
دخلت علی النبیؐ وھو یمشی علی اربعۃ علی ظہرہ الحسن والحسین وھو یقول
ذلک ترجمہ:۔ بڑا اچھا اونٹ ہے تمہارا اے حسینؑ اور بہت ہی عادل ہیں تمہارے
سوار۔ حضورؐ کا یہ مقولہ جابر انصاری کی روایت میں ہے وہ خدمتِ رسول میں
جب حاضر ہوئے تو آپؐ نواسوں کو پشت پر لئے ہوئے چاروں ہاتھ پاؤں ٹیک
کر زمین پر چل رہے تھے۔ شعرانی نے مزید توضیح کی ہے کان یرکب الحسن والحسین
علی ظہرہ ویمشی علی یدیہ ورجلیہ ویقول نعم الجمل جملکما انتم اعدلان
انتم ورط بما فعل ذلک بینہما دھم علی الارض وکان ابو ھریرہ رضی اللہ عنہ
یقول رایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم وقد اخذ بین الحسن بن علی
ووضع رجلیہ علی رکبتیہ ویقول ترق عین بقہ حزقہ حزقہ ترجمہ:۔ حسینؑ پشتِ
نبوی پر تھے اور وہ حضرت دونوں ہاتھوں اور دونوں پیروں سے چل رہے تھے

اور فرماتے تھے کیا عمدہ اونٹ ہے تمہارا اور کتنے اچھے سوار ہو تم دونوں، بسا اوقات دونوں بچوں کے ساتھ وہ حضرتؐ اس طرح پیش آتے تھے اور خود زمین پہ رہتے تھے اور ابو ہریرہ یہ کہتے ہیں کہ میں نے پیغمبر کو یوں دیکھا کہ حسینؑ بن علی کا ہاتھ آپؐ کے ہاتھ میں اور قدم کاندھے پہ، اونٹ کی سی بولی بولتے ہوئے یا بچوں کو عورتیں جو لوری دیتی ہیں وہ کلمات زبان پہ جاری کر رہے تھے دیکھو (۱) فردوس الاخبار دیلمی مخطوطات کتب خانۂ صفیہ دکن صفحہ ۲۱۳ (۲) کشف الغمہ شعرانی جلد ۲ صفحہ ۲۲۰-۲۲۲ طبع مصر (۳) ارجح المطالب صفحہ ۳۲۸-۳۵۷ (۴) مسند احمد بن حنبل جلد ۲ صفحہ ۲۰۴ طبع مصر (۵) حدیقۃ الحقیقۃ و شریعۃ الطریقۃ حکیم سنائی غزنوی صفحہ ۱۴۳ طبع بمبئی (۶) مشکوٰۃ المصابیح شیخ ولی الدین خطیب طبع بمبئی صفحہ ۲۴۳ ۱۳۰۱ھ (۷) ذخائر العقبیٰ فی مناقب ذوی القربیٰ حافظ محب الدین احمد بن عبداللہ الطبری صفحہ ۱۲۲، ۱۲۳ طبع قاہرہ ۱۳۵۶ھ (۸) احسن الانتخاب منقبت سیدنا ابی تراب شاہ علی حیدر قلندر کاکوری شریف ضلع لکھنؤ صفحہ ۱۵۶ (۹) آبِ حیات شمس العلماء محمد حسین آزاد صفحہ ۳۸۰ (۱۰) شمع انجمن نواب صدیق حسن خان بھوپال تمام اصل عبارتیں طول کے ڈر سے ترک کی گئیں صرف مؤخر الذکر کتاب سے ایک شعر پیش کر کے قسط اوّل کو ختم کرتا ہوں سحابی استرابادی ایک شاعر تھے جن کی تعریف میں صدیق حسن نے کافی حصہ ۱۰۱۰ھ میں ان کی وفات ہے ان کا یہ شعر نواب نے نقل کیا ہے ؎

معنی سورۂ ختم بدل پردہ کشود | برسر دوشِ محمدؐ چو حسنؑ گشت سوار

یہ شعر بلا اختلاف درج کیا ہے اور میر خلیق اس محل پر کہتے ہیں ؎

جب آپ رو بیٹھتے ہیں تو مشکل سے منتے ہیں | اچھا سوار ہو جیئے ہم اونٹ بنتے ہیں

ذوالجناح مظلوم کربلا کی سواری کی شبیہ ہے اور یہ حق ہم کو لاتعداد ادلّہ و براہین سے حاصل ہوا ہے اور جلوس عزا میں دلدل کی شان دیکھ کر راکبِ دوشِ رسولؐ کا تصور یقینی ہے

جو عین عبادت ہے۔ باقی باقی المرقوم ۴ ذی الحجہ، ارشاد لکھنؤ ۱۰ رجون ۱۹۷۲ء مقالہ نگارہ محرم نمبر میں بھی چھپا۔

ذوالجناح

شہادت حسینؑ کی پیشین گوئی میں گھوڑوں کا تصور

دُلدُل جو ہماری عزاداری کا رکن اعظم اور خاموش اور پُر امن یادگار ہے صرف آج عظمت کا مستحق نہیں ہے کوہِ طور کی بلندی پر اس کی وفا کا چرچا تھا۔ جنابِ موسیٰؑ مناجات کے لئے جا رہے تھے ایک اسرائیلی گنہگار نے کہا۔ اے خدا کے نبی میں بہت بڑا عاصی ہوں خدا سے میری سفارش کیجئے کہ خطا میری عفو ہو جائے۔ کلیم اللہ نے اس کی وکالت کی اور جواب ملا کہ موسیٰ تم جو مانگو گے وہ میں دوں گا اور جس کی طلب مغفرت کرو گے بخش دوں گا مگر قاتلِ حسینؑ کی بخشش نہیں ہے۔ عرض کیا حسینؑ کون ہے۔ خطاب الٰہی ہوا وہی جس کا ذکر کوہِ طور پر ہو چکا ہے کہا ان کو کون قتل کرے گا۔ فرمایا ان کے نانا کی سرکش اور بغاوت پسند امت زمین کربلا ان کی قتل گاہ ہے۔ (وتنفر فرسہ وتحمحم وتصهل وتقول فی صهیلها الظلیمۃ من امۃ قتلت ابن بنت نبیها۔ اسپ او میرمد و بہمہمی نماید و صہیل بر می آورد و بزبان صہیل می گوید الظلیمۃ الظلیمۃ سر کرائے شد ظلم آشکار شد ستم از امتے کہ پسر دختر پیغمبر خود را می کشند (ناسخ التواریخ ج ۶ ص ۴۹۵ طبع بمبئی)

گھوڑا ان کا صیحہ کرتا ہوا (در خیمہ پر) آئے گا اور بزبان بے زبانی اعلان ظلم کریگا اور امت کے ہاتھ سے ان کے پیغمبر کی دختر کے لال پر جو ستم ہوئے (وہ پوشیدہ نہ رہیں گے) آسمانی صحیفہ کی بھی وہ حدیث ہے جسینؑ کی شہادتِ عظمیٰ سے سیکڑوں برس پہلے اولوالعزم پیغمبر موسیٰؑ کے سامنے فرمایا ہے کہ جو ان پر روئے یا رُلائے یا رونے والے کی صورت بنائے اس کے جسم کو میں آگ پر حرام کر دوں گا۔

روایت امالی جس کی سند سالم بن جعدہ پر ختم ہوتی ہے وہ کہتا ہے کہ میں نے کعب الاحبار سے کہتے ہوئے سنا ہے کہ ہماری کتاب میں ہے محمد کے گھرانے سے ایک مرد قتل ہوگا۔ لا یجف عرق دواب اصحابہ حتی یدخلوا الجنۃ۔ اس کے اصحاب کے جنگی گھوڑوں کا پسینہ خشک ہونے سے پہلے وہ بہشت میں پہنچ جائیں گے اور حوروں سے ہم آغوش ہوں گے (ناسخ ص ، جلاء العیون بحار الانوار) اس گفتگو پر حسن اتفاق سے امام حسن گذرے اور حاضرین نے کہا کہ وہ یہ ہیں۔ کہا نہیں۔ پھر امام حسینؑ کا گذر ہوا اور لوگوں نے کہا۔ وہ یہ ہیں۔ کہا ہاں صحف انبیاء کی اس بحث کا حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھی تصور تھا۔ لوط بن یحییٰ نے عبد اللہ ابن قیس سے روایت کی ہے کہ میں صفین میں لشکر حضرت امیرؑ کے ساتھ تھا جب ابوالاعور نے پانی روک دیا اور سپاہ و ایمان میں تشنگی کا شکوہ شروع ہوا۔ کچھ سوار پانی لانے کے لئے فرات پر بھیجے گئے جو دشمن کی طاقت کا مقابلہ نہ کرسکنے پر خالی ہاتھ واپس ہوئے حضرت دل تنگ ہوئے اس وقت حضرت امام حسینؑ نے عرض کیا اگر حکم ہو تو میں جاؤں اور پانی پر قبضہ کروں۔ حکم ملا اور آپ روانہ ہوئے۔ فوجوں کو مدیلے سے ہٹایا، کنارہ دریا پر خیمہ نصب کیا اور کامیاب واپس ہوئے۔ حضرت امیرؑ اس فتح پر رو دیئے حاضرین نے عرض کیا یہ پہلی فتح ہے جو شاہزادے کے ہاتھ پر ہوئی ہے یہ گریہ کا وقت ہے فرمایا میرا یہ فرزند کربلا میں پیاسا قتل ہوگا۔ و ینفر فرسہ و یحمحم و یقول حمحمتہ الظلیمۃ الظلیمۃ من امۃ قتلت ابن بنت نبیھا وھم یقرؤن القرآن الذی جاء الیھم (ناسخ التواریخ صفحہ ۲۰۸ و ۱۲۵ طبع بمبئی) گھوڑا اس کا در خیمہ پر ہمہمہ کرتا ہوا الظلیمۃ الظلیمۃ کہتا ہوا آئے گا۔ امت نے اپنے نبی کے پسر کو قتل کیا حالانکہ وہ تلاوت قرآن کرتے ہوں گے۔

اسلام علی الناذحین عن الاوطان ۔

مدینہ سے سفر

سلطنت یزید کا آغاز، باطل کا حق سے طالب بیعت ہونا اور اسلام حقیقی کو کچل دینے کا ارادہ کا زہریلی قرار داد تھی کہ آل رسولؐ برداشت نہ کرسکے اور ۲۸ رجب گزار کر اندھیری رات میں وطن سے نکل کھڑے ہوئے۔ (وسیلۃ النجات) دوستداران علی کا قید خانوں میں پہنچانا اور جو رہ جائیں ان کا باری باری قتل، میثم تمار کی انسانیت سوز شہادت، حجر بن عدی کا قتل، عمرو بن حمق خزاعی کا سر کاٹ کر نیزہ پر تشہیر کرنا وہ پیہم حوادث تھے جس کو دیکھتے ہوئے ہرگز ہرگز یہ امید نہ تھی کہ اولادِ رسولؐ اگر خانہ نشین ہو کر نانا کے روضہ کی مجاورت میں عمر گزار دیں تو یزید کی طرف سے مزاحمت نہ ہوگی اور گھر میں پُر امن زندگی بسر ہو جائے گی وہ لوگ جو سمجھتے ہیں کہ امام مظلومؑ عبد اللہ بن عمر اور ابن زبیر وغیرہ کے مشورہ پر عمل کرتے اور عراق کا سفر نہ کرتے تو واقعہ کربلا ظہور میں نہ آتا اور بنی ہاشم کی جانیں بچ جاتیں اس ناعاقبت اندیش گروہ کے سامنے یزید کا کعبہ پر حملہ اور واقعہ حرہ نہیں ہے (ملاحظہ ہو غرر الخصائص الواضحہ صفحہ ۲۱۲ طبع مصر ۱۳۱ھ)

فرزند رسولؐ مدینہ سے اس لئے نکلے تھے کہ حرم نبی کی حرمت ان کی موجودگی میں برباد نہ ہو۔ وہ اگر مور و ملخ کے سوراخ میں پناہ لیتے تو قتل ہو جاتے۔ خود فرمایا ہے لو کنت فی جحر ھامۃ من ھوام الارض لاستخرجونی منہ حتی یقتلونی ۔

اگر امام حسینؑ آمادہ نہ ہوتے تو مدینہ کی گلیوں میں وہ خونریزی ہوتی جو واقعہ حرہ میں ہونے والی تھی اور اولادِ رسولؐ اس طرح تہ تیغ ہوتی کہ قاتلوں کے نام بھی معلوم نہ ہوتے ابھی کل کی بات ہے کہ مسلمانوں کے مقرر کردہ خلیفہ سوئم حضرت عثمان گھر میں قتل ہوئے اور ان کی بی بی تک قاتل کی نشان دہی نہ کرسکیں (علی ابن ابی طالب صفحہ ۳۱ طبع مصر) یہ حسینی سیاست تھی کہ طوفانِ ظلم سے پہلے مدینہ چھوڑا۔ رسولؐ کے گھوڑے

سانڈنے کر چلے اور راہِ تراب گھوڑوں ہی پر طے کی، اگر پیغمبر کے راہوار مدینہ میں رہنے دیتے تو ان کی حفاظت کون کرتا۔ ان تبرکات کا ساتھ رہنا حقیقت کی دلیل تھا۔

گھوڑا دلیل امامت کیونکر ہے

اس سوال کا جواب کچھ دشوار نہیں ہے، تاریخ اسلام اور واقعات عالم دیکھو حضرت ام المومنین بی عائشہ اور حضرت عثمان خلیفہ ثالث سے جب اختلاف شروع ہوا اور حکومت نے ان کی ماہوار تنخواہ میں کمی کر دی۔ (تاریخ یعقوبی جلد دوم ص ۱۲۳ طبع مصر) تو محترمہ نے سرکار دو عالم روحی فداہ کا کرتہ مسجد کے نمازیوں کو دکھا کر دورِ نبوی یاد دلایا اور اپنی حقیت کا ثبوت دیا۔ (تاریخ یعقوبی جلد دوئم ص ۱۲۳) پیراہن رسولؐ کے قبضہ میں رہنے سے اختلاف میں طاقت اور جدید خلافت پر الزام عائد کرنے میں مدد ملی اور یہ داغ بیل تھی ان کے قتل کی۔ گر قمیص پر قبضہ دلیل شرف ہے تو رسولؐ کے گھوڑوں پر سواری اس سے زیادہ اہمیت رکھتی ہے ان تبرکات کا ساتھ رہنا واقعۂ کربلا میں کام آئے گا۔ فی الحال مدینہ سے مکہ ۱۱۲ میل راہ (مراۃ الحرمین) گھوڑوں پر طے کرنا ہے۔ نانا کے شہر سے قافلہ گھوڑوں اور ناقوں پر چلا۔ سفر کے لئے رات اس لئے نہیں مقرر کی تھی کہ ولید بن عتبہ حاکم مدینہ سے ـــــ ڈر کر پردۂ شب میں ہجرت کر رہے تھے بلکہ حرم محترم ساتھ ہیں جن کی ماں کا جنازہ شب کو اٹھا تھا ان کا شہر کی آبادی سے نکلنا دن کو مناسب نہ تھا۔ عورتیں محملوں اور کجاووں پر، مرد گھوڑوں پر سوار، امامؑ کے زیرِ ران کونسا اسپ تھا تاریخ خاموش ہے مگر عمومی حیثیت سے ہمیں یہ معلوم ہے کہ امام حسن وحسین علیہ السلام جب سوار ہوتے تھے تو ان کے خاندان کی جلیل ترفرد عبداللہ بن عباس بصد فخر رکاب تھامتے تھے (احسن الانتخاب فی معیشتِ سیدنا ابی تراب

صفحہ ۱۷۲، شاہ علی حید قلندر طبع کاکوری ضلع لکھنؤ) کوئی وجہ نہیں کہ ابن عباس نے اس آخری سواری میں یہ خدمت انجام نہ دی ہو۔ ان کا نابینا ہونا اس خدمت میں مانع نہیں ہے جس طرح رسولِ عربی کی ہجرت کے وقت بھائی بستر پر سویا تھا اسی طرح فرزندِ رسولؐ کے ترکِ وطن اور ہجرت پر محمد حنفیہ کے مدینہ میں رہ جانے پر اب کوئی گفتگو نہ کرنا۔

نوٹ: عموماً ابن عباس کا رکاب تھام کر سوار کرنا ـــــ تذکرۃ خواص الامہ سبطِ ابن جوزی میں لکھا ہے۔

واقعاتِ سفر طولانی ہیں اور حسینی قافلہ کو جب مکہ میں پہنچ کر بھی امان نہ ملی اور عین حج کے موقع پر آپؑ کو قتل کر دینے کے سامان ہوئے تو کعبہ کی حرمت بچانے کے لیے آپ کو وہاں سے نکلنا واجب ہوا ورنہ ہم سمجھے تھے کہ ۶۰ برس پہلے جو خاندان مکہ سے آوارہ وطن ہوا تھا وہ مرکز پر لوٹ آیا اور زندگی وطن ادلی ہیں امن سے گزرے گی۔ یزیدی جراثیم یہاں بھی پہنچے کچھ حجاج کے بھیس میں، کچھ مصنوعی دعوت ناموں کی شکل میں۔ جواز کوفہ تا مکہ ہزاروں کی تعداد میں وصول ہو گئے۔ کوفہ ۵۱۰ میل کے فاصلہ پر یہاں سے تھا اور اس سفر کی سختی حد زیادہ تھی۔ حلیت علم امامت سے مخفی نہ تھی مگر اسلام میں ہمیشہ ظاہر پر عمل ہوا حتی کہ دوست تمام دشمنوں کا ایمان قبول کر کے مولفۃ القلوب یا طلقاء کی لفظیں بن گئیں مگر بزم سے نہیں اٹھایا گیا (کشف الغمہ شعرانی ج ۲ صفحہ ۱۹۲) اسی طرح فرزند رسولؐ کو ظاہر پر عمل کر کے کوفہ کی دعوت پر لبیک کہنا بجا تھا۔

لجامِ فرس پر پہلا ہاتھ

عبداللہ ابن زبیر نے جو امام مظلوم سے فرمایا تھا کہ میں کفِ رفرت سپرد زمیں ہونے کو دوست رکھتا ہوں بجائے اس کے کہ صحن کعبہ میں دفن ہوں یقیناً اگر آپ شوق حج میں حنا نہ

کعبہ میں رہ جاتے تو حرمت کعبہ کا خطرہ تھا۔ حقیقت کی ان گہرائیوں کو سمجھنے والے کہاں تھے۔ محمد حنفیہ مدینہ سے آخری زیارت کے لئے آئے، کئی ملاقاتوں میں تبادلۂ خیال کیا یہاں تک کہ مکہ سے روانگی کی خبر سنی اس مقام پر سپہر کاشانی لکھتے ہیں دوان دوان بیامد زمام اسپ برادر بگرفت (ناسخ التواریخ ص۲۰۸) دوڑتے ہوئے آئے اور قافلہ کو روانہ ہوتے دیکھ کر لجامِ فرس پر ہاتھ رکھا، عرض کیا بھائی آپ نے تو غور کا وعدہ کیا تھا، فرمایا، میں نے رسولِ خداؐ کو خواب میں دیکھا کہ فرماتے ہیں حسینؑ مکّہ سے نکلو۔ خدا چاہتا ہے کہ تم کو قتیل دیکھے۔ عرض کیا کہ عورتوں کو نہ لے جائیے۔ فرمایا یہ بھی مصلحت ایزدی ہے کہ یہ قید ہوں یہ باتیں بھی گھوڑے پر ہوئیں۔ مدینہ چھوڑا تھا تو اب مکہ سے نکلے۔ تصویر کا ایک رُخ تو یہ تھا کہ خطرہ سے دور ہو گئے، مگر حقیقت یہ تھی کہ موت سے قریب تھے مکہ میں کربلا کی یاد سے واضح ہوا کہ علم کامل ہے اور وہاں اچانک پہنچ رہے ہیں وہی کوفہ تھا جہاں قتل کی تیاریاں تھیں مگر کچھ آنے والے ایسے تھے جو جاسوسی کا اخلاقی فریضہ ہی ادا کرتے تھے اور علم باطل ظاہری معلومات میں آمیزش پا رہا تھا۔

ایک ڈراؤنا خواب

مستقبل کے حالات پر قدرت کی طرف سے بشارت ہوئی۔ مسافر کا سو جانا اگر وہ عام انسان ہے۔ بڑا غضب ہے ؎

بلائے جان مسافر ہے خوابِ شیریں بھی ٭ یہی وہ شہد ہے جو زہر مار راہ میں ہے۔ (آتش)

موسم گرما کا سفر اور عرب کے رواج کے مطابق شب کو راستہ چلنا۔ مگر وہ مسافر جو فخر بشر ہو جس کا سونا اور جاگنا برابر ہے جس کے اختیارات کی وسعت عرش سے فرش تک ہر خشک و تر پر ہے وہ اگر سو جائے تو مثل بیداری کے ہے۔ منزل عذیب الھجانات سے پہلے بادفا گھوڑے کو غنودگی کا احساس ہوا، رکا اور رکاب سے پورا

قافلہ ٹھہرا۔ یہ ملحوظ خاطر رہے کہ خواب کو انبیاء اور اولاد انبیاء میں بہت بڑا دخل ہے۔ حضرت یوسف کا خواب آنے والے مصائب کی پیشین گوئی تھا امام نے پشتِ فرس پر خواب دیکھ کر چند بار انا للہ و انا الیہ راجعون۔ الحمد للہ رب العالمین کہا۔ انا للہ کلمۂ مصیبت تھا جس میں حمد خدا کر کے شکر کی تصویر کشی ہے۔ شہزادۂ علی اکبرؑ نے سبب پوچھا انا للہ کہنے کا۔ فرمایا بیٹا میری آنکھ لگ گئی تھی خواب میں دیکھا کہ ایک سوار کہہ رہا ہے۔ قافلہ رواں ہے اور موت بھی ان کے ساتھ ساتھ ہے میں سمجھا کہ یہ ہماری خبر مرگ ہے علی اکبرؑ نے پوچھا۔ کیا ہم حق پر نہیں ہیں، فرمایا ہاں ہم حق پر ہیں۔ عرض کیا تو موت کی کچھ پروا نہیں۔ فقال لہ الحسین جزاک اللہ من ولد خیر ما جزی ولدا عن والدہ۔ امام نے فرمایا خدا تجھے اے میرے فرزند اچھی جزا دے جو کہ ایک بیٹے کو شفیق باپ کی (زبان سے) دعا ملنا چاہیئے (بحار الانوار۔ عوالم وغیرہ) سیاق عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ وقت سحر تھا اور اس وقت کا خواب سچا ہوتا ہے۔

لجام فرس پر گستاخانہ ہاتھ

حج کو عمرہ سے بدلتے ہوئے قافلہ آگے بڑھ رہا تھا کوفہ سے شہادت مسلم ہانی کی خبریں آ چکیں راستہ کے خواب کی تعبیر ملی۔ امن کے حامی طے کر چکے ہیں کہ اب کسی گاؤں دیہات کو جائیں گے۔ منزل شراف پہنچے۔ بعض ساتھیوں کو دور سے خرمہ کے درخت دکھائی دیئے۔ چونکہ مشہور راستہ کو چھوڑ کر چل رہے تھے۔ اس لئے یہ روانگی خطرہ سے خالی نہ تھی ایک دوسرے صحابی نے کہا، یہاں خرمہ کے درخت کہاں ہیں ہمیں تو گھوڑوں کی کنوتیاں اور نیزوں کی بوڑیاں نظر آ رہی ہیں۔ یہی رائے ٹھیک تھی اور جس کشت و خون سے دامن بچاتے ہوئے پانچ مہینہ سے امان کی منزل ڈھونڈھ رہے تھے اس سخت وقت کا سامنا ہو گیا۔ بادفا صحابیوں نے ایک بلندی کا سہارا لے کر

خیمے نصب کر دیئے اور لشکرِ حُر آ پہنچا۔ یہ یکہزار سپاہیوں کا رسالہ اور پہلی فوج تھی جو یزید نے بھیجی۔ حسینی جوانوں نے پہلے ان سپاہیوں کو فراخ حوصلگی سے سیراب کیا اور جو پانی آج ہی کے دن کے لئے رکھ چھوڑا تھا وہ ہر راکب و مرکب کے لئے وقف تھا۔ گھوڑے جب چار پانچ مرتبہ ظروفِ آب سے منہ ہٹا چکے (تاریخ طبری ج ۶ صفحہ ۲۷۷)، یہ اخلاقی فریضہ ختم ہو کر مذہبی فریضہ کی بھی ادائیگی ہو گئی یعنی دونوں جماعتوں نے یکجا نماز کا فریضہ ادا کیا اور مختصر اتمامِ حجت سے بھی فراغت ہوئی اور معلوم ہوا کہ حُر بن یزید ریاحی فوجِ خدا کے ان سپاہیوں کو گرفتار کر کے ابنِ زیاد کے سامنے پہنچانے کا ارادہ رکھتا ہے تاکہ بیعتِ یزید کی تکمیل ہو۔ امام سے مرعوب نہ ہو کر گھوڑا بڑھایا اور اپنے رسالہ کو لے کر سدِ راہ ہوا اور لجامِ فرس پہ ہاتھ ڈال دیا۔ امام نے فرمایا ماں تیری تیرے ماتم میں بیٹھے کیا ارادہ ہے۔

حُر پہ روحانیت کا اثر اگر نہ ہوتا تو وہ اقتداء میں نماز نہ پڑھتا۔ اس کے علاوہ وہ مختصر جماعت جو امام کے ساتھ تھی وہ پانی کی ٹنکیاں لے کر نہیں چلی تھی اس کی تعداد ابھی ۷۲ نہیں تھی۔ اس سپاہ قلیل کے ساتھ پانی کے اتنے ہی برتن ہوں گے جتنے ہونے چاہئیں اور یہ ظروف ہزار سوار اور گھوڑوں کے لئے ہرگز ہرگز کافی نہ تھے پورے لشکر کی پیاس بجھنا وہ معجزہ تھا جو دعوتِ عشیرہ میں پیغمبرِ خدا سے ظاہر ہو چکا تھا۔ حُر کے حساس دماغ کو اس پر متوجہ ہونا چاہیئے۔ ماں کا ذکر زبان پہ آنے سے پیچ و تاب کھا کر رہ گیا اور حسینی مجاہدوں کو اپنے حلقہ میں نہ لے سکا۔ کربلا کا رخ ہوا اور نینوا کے مقناطیسی ذرات اپنی طرف کھینچنے میں کامیاب ہوئے۔ ثکلتک امّک.. امام مظلوم کا وہ تخاطب تھا جس کو حُر کا ایسا نوجوان سمجھ نہ سکا یہ عرب کا محاورہ ہے جو دشنام نہیں ہے تعجب کے موقع پر کہا جاتا ہے۔

عصفور اور عقاب کی مڈبھیڑ لومڑی اور شیر کی جنگ کا ارادہ فطرتاً تعجب خیز

ہوتا ہے محقق طریحی ان الفاظ میں فرماتے ہیں۔ اگر "ثکلتہ امہ" اس کی ماں ماتم میں بیٹھے غائبانہ ضمیر کے ساتھ کہا جائے تو استعمال اوقاتِ تعجب میں ہوگا اور انتباہ کے لئے ایسا کہتے ہیں نہ بددعا ہے نہ بیٹے کے مرنے کی توقع ہے اور اگر ضمیرِ خطاب کے ساتھ ہو تو یہ معنی بیشک ہیں کہ تیری ماں تجھ کو کھوئے اس لفظ کا پس منظر یہ ہے کہ جب مخاطب کا یہ کردار ہے تو مرنا اس سے بہتر ہے۔ مجمع البحرین لغتِ حدیث، یہی لفظیں تھیں جو مولا کی زبان پر جاری ہوئیں اور اس سے حُر کی موجودہ گفتگو اور ارادے کے بد ہونے پر اشارہ تھا یہی الفاظ حضرتِ امیرؑ نے عقیل کے مطالبات پورے نہ کرنے پر تعجب میں ان سے کہے تھے ثکلتک الثواکل جو گفتگو بڑے بھائی سے اس کے غیر صحیح جادہ پر ہونے سے ہوئی اسی خطاب سے اسی لفظ سے امام حسینؑ حُر کو یاد کرتے ہیں (تشیید المطاعن صفحہ ۹۰۵)

لجامِ فرس پر حُر کا ہاتھ ڈالنا۔ اس کی تصریح معتبر مقاتل میں نہیں ہے مگر اس محل پر زہیر بن قین کا جوشِ وفا میں یہ عرض کرنا۔ اچھا تو یہ تھا کہ ان سے ابھی لڑ لیا جائے التوائے جنگ مناسب نہیں۔ یہ رائے اصولِ حرب کے مطابق تھی مگر سیاستِ الٰہیہ ٹکراتی ہے یہ کہہ کر کہ ہم کو ابتداءِ جنگ نہ چاہیئے۔ دوسرے اصحاب کے بھی تلواروں پر ہاتھ پہونچ گئے تھے اس جوش سے معلوم ہوتا ہے کہ حُر کی گستاخی ناقابلِ برداشت تھی اور ضرور لجام پہ ہاتھ آیا۔

زمین کربلا میں داخلہ

رحمت للعالمین کے فرزند کی سواری کربلا میں کیونکر پہنچی۔ اس کے ثبوت سے پہلے یہ عرض کرنا ضروری ہے کہ عموماً راکب مرکب پر سختی کرتا ہے جب وہ چلنے میں کوتاہی کرے مقدس سے مقدس انسان سوار ہونے کے بعد رحم و کرم بھول جاتا ہے اور تازیانہ آزادی سے استعمال ہوتا ہے۔ قدیم تاریخ میں بلعم بن باعور کا نام قصص انبیاء پڑھنے والے

جانتے ہیں اس کی شخصیت پر مختلف رائیں اہلِ قلم کی ہیں اور اس قول کو کافی قوت ہے کہ ابتدا ء زندگی میں وہ اسم اعظم جانتا تھا اور آغاز حیات حسین تھا چنانچہ بنی اسرائیل میں جو جنگ ہوئی اور بلعم نے شاہ بلق پر جب دعا کیا تو وہ اپنے قاتر پر سوار تھا اور قاصدوں کو آگے آگے روانہ کیا تھا راستہ میں انگور کے دو باغ تھے جن کی دیواروں کے درمیان ایک تنگ راستہ تھا۔ ان کے راہوار نے دیکھا کہ آگے ایک فرشتہ ننگی تلوار لئے کھڑا ہے اور آگے بڑھنے سے روکتا ہے۔ بلعم نے تازیانے لگائے راہوار بیٹھ گیا۔ بلعم نے کہا کہ اگر اس وقت تلوار ہوتی تو تجھے قتل کرتا کیوں نہیں چلتا۔ قاتر کو خدا نے گویا کیا اور کہا کہ میرا قصور نہیں ہے آگے بڑھ نہیں سکتا (چشم حقیقت سے) دیکھ۔ خدا نے بلعم کے سامنے سے پردہ ہٹایا اور دیکھا کہ ایک فرشتہ سامنے کھڑا ہے۔ مصلحتِ الٰہی آگے بڑھنے میں نہیں ہے (مقدمت قرآن ترجمہ شاہ رفیع الدین از مولوی نور محمد نقشبندی صفحہ ۱۳ طبع دہلی)

امام حسینؑ کے گھوڑے کا دفعتہً کربلا پہنچ کر رکنا اس قدرتی انتظام کا ایک نمونہ تھا جو حضرت رسولؐ کے مدینہ میں داخل ہونے کے وقت اس سے پہلے ظاہر ہو چکا تھا اور مکہ سے ہجرت کے وقت مدینہ پہنچ کر آپ کا ناقہ دفعتہً بیٹھ گیا تھا۔ دیکھو حواشی قرآن صفحہ ۲۷ بحوالہ ابن کثیر و خازن) وہی تصویر یہاں بھی نظر آتی ہے اور ایسا ہونا بھی چاہیئے تھا پیغمبر صادق یہ بھی کہہ چکے ہیں "حسین منی و انا من الحسین" حسینؑ مجھ سے ہے اور میں حسینؑ سے ہوں۔ یہ روایت اسلام کے سب سے بڑے امام بخاری بھی اس حدیث کے ناقل اور جمع کرنے والے ہیں (ملاحظہ ہو ادب المفرد طبع مصر صفحہ۔ اقاہرہ، ۱۳۷۵ھ) یہ حدیث حروف و الفاظ کا مجموعہ نہیں ہے معنویت کی مظہر ہے جو کچھ نبوی زندگی میں ہوا وہ حسینؑ کی حیات میں ہونا ضروری ہے۔

ایک مرتبہ سرکار دو عالم صلی اللہ و آلہ وسلم حضرت ام المومنین بی بی عائشہ کے

ساتھ اونٹ پر سفر کر رہے تھے۔ محترمہ ناقہ کو بیدردی سے کوڑے لگا رہی تھیں نبیؐ رحمت نے کہا۔ عائشہ جانور پر نرمی کرو (مسند احمد ابن حنبل ج ۶ صفحہ ۱۲۵ و احیاء العلوم امام غزالی جلد ۳ صفحہ ۱۴۷) تاریخ نہیں بتاتی کہ ۲ محرم پنجشنبہ کو عصر کے وقت گھوڑا چلتے چلتے رکا تو آپ نے مہمیز کرنے میں سختی کی ہو یا تازیانہ لگایا ہو

زمین کربلا اس قدر محترم ہے کہ شہادت حسینؑ سے پہلے باخبر طبقہ اس زمین سے گذر جاتا تھا اور دل میں ڈرتا تھا کہ بےحرمتی نہ ہو۔ راس الجالوت کا بیان ہے کنا نسمع انہ یقتل بکربلاء ابن بنت نبی فکنت اذا دخلتھا رکضت فرسی حتی اجوز منھا فلما قتل الحسین جعلت یسیر بعد ذالک علی ھینتہ (ارجح المطالب صفحہ ۳۳۶) ہم سنتے آئے ہیں کہ کربلا میں کسی نبی کا بیٹا شہید ہو گا تو جب میں وہاں پہنچتا۔ ادب کی وجہ سے گھوڑے کو سبد وہاں سے لے جاتا۔ حسینؑ کے شہید ہونے کے بعد بھی میں اسی طرح وہاں سے گزرتا رہا۔ عام لوگوں کی نظر میں جب یہ تعارف تھا تو خود حضرت امام حسینؑ نہ پہچانتے ہوں۔ ناممکن ہے وہ رحمت للعالمین کے فرزند اور لعاب دہن نبویؐ سے تربیت پا کر بڑے ہوئے دنیا عالمِ اسباب ہے اور آئمہ طاہرین علیہم السلام ظاہر کے پابند ہیں جب گھوڑا رکا تو بقول ابو مخنف، گھوڑے بدلے ایسا کیوں کیا (۱) پیغمبر کی سیرت سامنے تھی (۲) اگر پہلے ہی گھوڑے کے رکنے پر اتر آتے تو شہسواری کا عجز اور گھوڑے کی نافرمانی ثابت ہوتی اس لئے سات سواریاں بدلیں (ناسخ التواریخ صفحہ ۲۵۵) جس کے بعد حیثیت کا تعارف ہو جائے۔ امام حسینؑ راکب دوشِ رسولؐ تھے اور ان کی امامت انسان و حیوان سب پر تھی۔ ایک کے بعد ایک سواریاں بدلنے میں دوسرے راہواروں کو بھی مشرف کرنا تھا (۴) سات کے عدد کا قصار و قدر الٰہی اور مزاج انسانی سے تعلق ظاہر کر کے اس ساعت کے منتظر تھے جو کربلا میں اقامت کی مقرر کی تھی جب تک سواریاں

بدلتے رہے ان گھنٹوں کا راہ میں شمار ہوا اور جب اتر پڑے تو وہ اقامت کا پہلا دقیقہ تھا آسمان پر جس طرح سیارہ ہیں یہ حضرات سبع مثانی ہیں ان کی نقل و حرکت بھی ذالک تقدیر العزیز العلیم کی تحت میں ہے۔

ایک عربی شاعر کی بلند پروازی

زمین کربلا پر پہنچ کر اسپ تیز رو کا نہ چلنا ایسا تو نہ تھا کہ راہوار کی کوتاہی ہو۔ اس شبہ کو محمود طریحی نے عجب لطف سے ادا کیا ہے۔ دنیا عربی ادب سے معرا ہوتی جا رہی ہے میں انتہائی حزم و احتیاط سے اس مرثیہ کے صرف تین شعر درج کرتا ہوں۔

فلم ینبعث مهر ولم یجر منسم　　　فقال لنا هذی البقاع التی بها

جب کسی گھوڑے نے قدم نہ اٹھایا اور سواری دفعتہً رک گئی تو پوچھا کہ یہ بقعۂ زمین کون ہے۔

وقفن الخیول السابقات فاعلم　　　فقالوا تسمّی نینوا قال اوضحوا

جس پر وہ گھوڑے ٹھہر گئے جو کبھی دوڑ میں کسی گھوڑے سے پیچھے نہیں رہے تھے لوگوں نے عرض کیا اس کا نام نینوا ہے فرمایا صاف صاف بتاؤ کچھ اور نام ہے۔

فقالوا تسمّی کربلا قال خیّموا　　　نعم هذا اراد الله خبر جدّنا

کہا کربلا بھی کہتے ہیں فرمایا اسی جگہ خیمہ لگا دو یہ وہی زمین ہے قسم بخدا ہمارے نانا پہلے خبر دے چکے ہیں۔ (ناسخ التواریخ ج ۶ صفحہ ۵۲ طبع بمبئی)

امام حسینؑ ایسے پیکر علم کے لئے زمین کا نام دریافت کرنا ویسا ہی جیسے علام الغیوب نے کلیم سے پوچھا تھا کہ تمہارے ہاتھ میں کیا ہے! خدا عصا ہے موسیٰ کو جانتا تھا اور امام زمین کو پہچانتے ہیں گفتگو واقعات کی تحت میں تھی پیرا اسرار تھی اللہ اکبر ہمارے شعراء اس قدر محتاط ہیں کہ وہ مرثیہ میں حقیقت کو سامنے رکھتے ہیں اور وادی خیال میں قدم

نہیں رکھتے اور غیر محتاط ذاکر حذف و ایزاد سے اپنی نثر کو نہیں بچاتے تو ذاکری انتہائی دشوار گزار راہ ہے خدا ہمارے مقررین و اہل قلم کو زیادہ موفق کرے خدمت دین ہے۔

شیعہ لاہور حسین نمبر

محمدؐ و آل محمدؐ کی شہسواری کے چند منظر

ارشاد کراچی یکم اکتوبر ۱۹۶۲ء

گزشتہ قسط میں اچھی طرح واضح ہو چکا ہے کہ گھوڑے پر سوار ہونا اولاد حضرت ابراہیم کا طرۂ امتیاز اور وہ خصوصیت تھی جو تمام قبائل عرب میں کسی کو حاصل نہ تھی اور ان کے ذاتی کمالات کا ورثہ صرف ان کی اولاد ہی کو نہیں بلکہ حلقۂ عقیدت کے تمام مخلصین نے شاگرد بن کر پایا اور اس طبقہ کے فنی کمالات کے مظاہرے دشمن پر رعد و برق بن کر گرجنے اور چمکنے لگے۔ کسب کمال سے جہاں قدر افزا حلقہ میں انسان عزیز جہاں ہوتا ہے وہاں تنگ نظر افراد میں اس کی وجہ سے حسد کی آگ بھی شعلہ ور ہو جاتی ہے سخی سے کینہ، بہادر سے عداوت، فصیح سے دشمنی، عالم سے بغض، ماہر فن سے کینہ نئی بات نہیں۔ متوکل عباسی کے بعد اس کے بیٹے ملقب بمنتصر نے ایک قہر آلود فرمان کا حکم دیا جو پہلے کے حکام جور کے ظلم آفریں قوانین سے کہیں زیادہ سخت اور نفرت خیز تھا ابھی تک دوستداران علیؑ کو حکومت سے وظیفہ نہیں ملتا تھا وہ عہدوں پر لائے نہیں جاتے تھے حقوق شہری سے محروم تھے۔ ناقابل برداشت ٹیکس ان پر عائد تھے۔ تمدن و معاشرت میں ان سے ترک موالات تھا۔ نو وارد حاکم منتصر نے محبان علی کے لئے قانون بنایا لا یرکب فرساً ان طرف من الا طراف (النزاع والتخاصم صفحہ ۱۸ طبع مصر) وہ گھوڑے پر سوار ہو کر شہر اور اطراف سے نہ

نکلیں۔ تقی الدین مقریزی شافعی نے انسانی ہمدردی سے اقرار کیا ہے "لم یسمع فی
البحور لنظیرھا"۔ اس حکم کی مثال کسی ظالم کی سوانح عمری میں نہ ملے گی گھوڑے پر
ہونا قانونی جرم تھا جس قوم نے اس کسمپرسی میں بسر کی ہو اس کا بابِ ماضی کس قدر تاریک
تھا اور وہ اموی و عباسی دور سے زندہ رہ کر کس طرح باقی رہی۔ وہ اہم سوالات ہیں
جن کے جواب عقلِ سلیم ہر دور میں دیتی رہی۔

ایام عزا کا جلوس اور ذوالجناح ہماری مشکلات کی وہ تصویر ہے جس کو جاری رکھنے
اور باقی دیکھنے میں قومی ارتقا اور ملّی بلندی اور آثار رفتہ کا احیا رہے۔ دوسری قومیں
اپنے دینی راہنما کی سواریوں کی جو قدر کر چکی ہیں وہ صفحۂ تاریخ سے محو نہیں ہو سکتا
شیخ محمد صبان نے بزمِ یزید کا وہ واقعہ جو تمام مقاتل میں ہے لکھ کر میرے موضوع
کے لئے روحِ رواں کا کام دیا ہے "دخل فی المجلس رسول قیصر فقال
متعجبا ان عندنا فی خزانة فی دیر حافر حمار عیسیٰ و نحن
نحج الیه کل عام من الاقطار و نعظمه کما تعظمون کعبتکم فا
شهد انکم علی باطل" (اسعاف الراغبین فی سیرة المصطفیٰ وآل بیته الطاہرین
صفحہ ۱۷ طبع مصر) دربار میں قیصر روم کا سفیر بھی تھا (اس نے سرِ حسینؑ اور اسیروں
کی جگر سوز مصیبتیں اور تباہ حالی دیکھ کر) کہا بڑے تعجب کی بات ہے ہمارے خزانہ
میں کلیسائے حافر حضرت عیسیٰؑ کے گدھے کے سم کی یہ عزت ہے کہ ہم ہر سال دور
دور سے سفر کر کے حجاج کی طرح زیارت کو آتے ہیں اور وہ عظمت ہماری نظر میں ہے
جو تم اپنے کعبہ کی حرمت کرتے ہو۔ میں گواہ ہوں کہ تم باطل پر ہو۔ وکیلِ روم اپنی
گفتگو میں کہہ گیا کہ مرکب مسیح کے قدم کی ہم عزت کرتے ہیں اور تم نے چشم و چراغ رسولؐ
ان کی طیب و طاہر اولاد کی قدر نہ کی۔ سفیر مذکور کا اسلام لانا بھی تاریخی حقیقت ہے
جو ناقابلِ انکار ہے اس نکتہ پر معزز ناظرین کو متوجہ کرنے کے بعد سیرت رسولؐ پر قسم

اٹھانے والے اسلاف کے قلم سے جو جانگداز شکایات ہیں منجملہ اس کے جوشن داؤد کے
مطالعہ سے یہ افسوسناک خبر موصول ہوتی ہے کہ ایک مرتبہ سرکارِ دو عالمؐ گھوڑے سے
گرے۔ کافی چوٹ آئی۔ کئی دن تک بیٹھ کر مسلمانوں کو آپ مسجد میں نماز پڑھاتے رہے
ج ۱ صفحہ ۹۹۔ دنیا انصاف کرے کہ اس نوٹ سے نبوت کی پستی ہے یا بلندی اور
ایسے حالات کا نشر مدح ہے یا قدح۔

امام رضاؑ کی صابرانہ زندگی میں لجام فرس پر برمکی کا ہاتھ غیر ضروری مسئلہ کے جواب پر مجبور کرنا

برمکی خاندان کے ایک شخص نے امام رضاؑ کے قیام
خراساں کے زمانہ میں جبکہ آپ سوار ہو کر جا رہے تھے عنان اسپ پر ہاتھ ڈال کر پوچھا کہ
آپؑ فلاں فلاں دو شخصوں کے بارے میں کیا کہتے ہیں۔ امامؑ نے تسبیحات اربعہ
پڑھی۔ بظاہر یہ مراد تھی کہ وہ ذکرِ خدا میں مشغول سمجھ کر طالبِ جواب نہ ہو۔ اس نے
اظہار رائے پر اصرار کیا اور آپؑ نے یہ زلزلہ انگن جواب دیا "کانت لنا ام صالحة
ماتت وهی علیهما ساخطة ولم یاتنا بعد موتها خبر انها
رضیت عنهما" (انوار نعمانیہ صفحہ ۱۹ طبع ایران) ہماری ایک مادر گرامی پیکر صلاح و
سداد تھیں جو رحلت کر چکی ہیں در آں حالیکہ ان دونوں سے ناراض تھیں ان کی وفات
کے بعد کوئی خبر موصول نہیں ہوئی کہ وہ راضی ہوئیں۔

امام رضاؑ اور امام حسن عسکریؑ کے لئے حکومت کی طرف سے سرکش راہوار پر
بیٹھنے کی تجویز اور آپ کا شتر یہ راہوار کو قابو میں رکھنا ایک طفلِ نو عمر کا حکومتِ
مامون میں رو برو امام ضامن و ثامن سرکش گھوڑے پر بہ برکت درود سوار ہونا اور
معصوم کی طرف سے نظرِ استحسان تاریخی حقائق ہیں جو کتب مناقب میں موجود ہیں
طول کلام کے ڈر سے نقل نہیں کئے جاتے اور خاتمہ بیان میں صرف ایک واقعہ نقل

کیا جاتا ہے جو علمائے اہلسنت کا بیان کردہ ہے۔ روایت ہے کہ ایک عورت حضرتِ امیرؑ کے پاس آئی حضرت اس وقت اپنے گھر سے نکل کر سوار ہو رہے تھے ایک پاؤں رکاب میں رکھا تھا کہ اس عورت نے عرض کیا میرا بھائی ۶۰۰ سو دینار چھوڑ کر فوت ہوا ہے مگر لوگوں نے مجھے ایک دینار دیا۔ میں آپؑ سے اپنا حق اور انصاف چاہتی ہوں آپؑ نے فی الفور جواب دیا کہ تیرے بھائی کے دو بیٹیاں ہوں گی اس نے کہا کہ ہاں۔ فرمایا دو ثلث یعنی ۴۰۰ دینار ان کو ملے۔ تیرے بھائی کے ماں بھی ہوگی جس کو سدس یعنی سو دینار پہنچے اور اس کی زوجہ بھی ہوگی اس کو ۷۵ دینار ملے ہوں (ثمن) پھر فرمایا تیرے بارہ بھائی ہیں عورت نے تسلیم کیا۔ فرمایا دو دو دینار بھائیوں کو ملے۔ ایک دینار تیرا حق ہے تو اپنا حق پا چکی۔ (مطالب السئول محمد بن طلحہ شافعی صفحہ ۹۹ طبع، مطبع جعفری لکھنؤ و ارجح المطالب صفحہ ۱۵۴)

علمائے عراق میں محمد تقی تستری نے اس واقعہ کو قضایا حضرت امیرالمومنینؑ کے ذیل میں محتاجِ تاویل قرار دیا ہے اور تقسیم چونکہ فقہ امامیہ کے خلاف ہے اس لئے فقہائے شیعہ نے مصادر غیر سے ماخوذ قضیہ کی رد نہیں کی اور تشنۂ تحقیق و سند چھوڑا یہ واقعہ اور یہودی کے علم ہندسہ پر گفتگو دونوں سیرت حضرت امیرؑ میں مسئلہ رکابیہ سے مشہور ہیں علامہ شیخ سلیمان بلخی قندوزی ینابیع المودۃ میں لکھتے ہیں کہ حضرت امیر رکاب میں قدم رکھ رہے تھے کہ یہودی نے پوچھا وہ کون سا عدد ہے جس کی نو (۹) کسریں نصف ثلث ربع خمس سدس سبع ثمن عشر پوری کی جائیں اور سب صحیح ہوں آپؑ نے برجستہ فرمایا کہ ہفتہ کے دنوں کو سال کے ایام میں ضرب دو جو حاصل ضرب ہو وہی مقصود ہے یہودی اسلام لایا و یسمی ہذا المسئلۃ المسئلۃ الرکابیہ (ینابیع المودۃ صفحہ ۵، طبع اسلامبول) فاضل نجفی نے کشکول بھائی کے حوالہ سے اس واقعہ کو مع اپنے حل اور تشریح کے اس اضافہ کے ساتھ نقل کیا ہے کہ آپؑ نے اضراب ایام

سبوعک فی ایام سنتک فرمانے سے پہلے فرمایا ان اخبرتک تسلم تو اسلام لائے گا اگر میں جواب دوں (قضایا امیرالمومنینؑ صفحہ ۹۶ طبع نجف ۱۹۵۰ء)

ان واقعات کو منظر عام پر لانے سے مقصود یہ ہے کہ شبیہہ ذوالجناح سے ہماری مجالس اور جلوس عزا میں صرف واقعۂ شہادت کی یاد تازہ نہیں ہوتی بلکہ خاندانِ رسالت کا باب ماضی سامنے آجاتا ہے یہ حقیقت ہے کہ اگر گھوڑوں کو باطل کی کامیابی کا ملزم قرار دیا جائے تو حمایت حق میں وہ ممدوح ہوں گے یہی وجہ ہے کہ دعائے سمات میں ہے واغرقت فرعون وجنودہ وعمراکبہ فی الیم یعنی فرعون کو مع لشکر مع گھوڑوں کے رودِ نیل میں غرق کر دیا۔

اگر افواج کفر کے راہوار قعر ذلت میں گرے تو جنودِ عقل و ایمان کے اسپ مجسمۂ وفا، پیکرِ خیر اور اس قدر احساسات میں قوی کہ سوار تشنہ لب ہے تو وہ بھی بے آب اور اس قدر باوفا کہ ان کے بعد پھر کوئی پشتِ وفا پر نہ بیٹھ سکا۔ عجم کا وہ مقولہ کہ عورت، تلوار اور راہوار ہمیشہ بے وفا ہوا کرتے ہیں شوہر کے بعد زوجہ کسی دوسرے کی رفیق زندگی اور مقتول کے بعد اس کی تیغ پر قاتل کا قبضہ اسی طرح گھوڑا کبھی کسی کے زیرِ ران اور کبھی اس پہ کوئی اور سوار، ہمیشہ راکب بدلتے ہوئے نظر آئیں گے۔ اسد اللہ خان غالب نے مذکورہ بالا ضرب المثل کو مدحِ اہلبیت کی منزل پر پہنچ کر منقلب کر دیا اور یہ حکایت واقعات غالب میں موجود ہے کہ ان کے دروازہ پر کسی نے دستک دی۔ پوچھا کون۔ جواب ملا میر حامد۔ اندر آنے کی اجازت اور صاحب سلامت ہو کر حاضری کا سبب زبان پر آیا۔ میر صاحب سے اس مصرعہ پر مصرع نہیں لگتا تھا سہ اسپ و زن و شمشیر وفا دار کہ دید۔ انتھک کوششوں کے بعد سید مرزا کے در پر آیا جس طرح بلا تشبیہہ سید مرتضیٰ علم الہدیٰ شیخ مفید کے درس میں آئے تھے مصرعہ سنتے ہی مرزا غالب نے کارخانۂ الوہیت سے فیض حاصل کیا اور جوش ولا میں جگہ

ست اُٹھ کھڑے ہوئے ٹہلنے لگے اور بلند آواز سے بڑے ہی ولولہ انگیز لہجہ میں کئی بار کہا

۵ اسپ وزن شمشیر وفادار کہ می دید — واللہ علی دید ، علی دید ، علی دید

میر حامد حاضر جوابی اور خدا داد صلاحیت سخن دیکھ کر اچھل پڑے اور گوہر مراد لے کر گھر آئے۔ یہی وہ اشعار ہیں جوان الشعر لحکمۃ، اور بقول نواب صدیق حسن خاں مشہور مؤلف الشعراء تلامیذ الرحمٰن (شمع انجمن صفہ ۱۱ طبع بھوپال ۱۲۹۲ھ) شاعر براہ راست اللہ کے شاگرد ہیں اور بنا بر تحریر علامہ بونی شیخ احمد بن علی متوفی ۶۲۲ھ۔ ان اللہ سراً مکنوناً یظہر علی لسان الشعراء وقیل ان اللہ نوراً، مخفیۃ مفاتیح لسان الشعراء (ملاحظہ ہو شمس المعارف و لطائف العوارف ، ج ۲ صفہ ۷۰ طبع مصر)

خدا کے کچھ بند بھید ہوتے ہیں جو شاعروں کی زبان پر (بعض اوقات) ظاہر ہوتے ہیں،، یہ بھی حدیث نبوی حضرات اہلسنت کے یہاں کی اور دوسری حدیث مفہوم یہ ہے کہ جو مال خیر ہے خدا کا چھپا ہوا ایک نور ہوا کرتا ہے اور اس کی کنجی شاعر کی زبان ہے۔ ان غیر شیعہ کتب کے حوالوں سے واضح ہوا کہ نور الہی کے لئے غیبت بھی ہے اور غالب اس محل پر ترجمان قدرت تھے شعراء ارباب ادب کے سامنے تشنۂ تشریح نہیں اور مراد شاعر کی یہ ہے کہ فاطمہ زہراؑ کی وفاداری، اطاعت ، ذوالفقار کا دوام، وہ عجوبہ اوصاف ہیں جو سیرت علویہ میں مسلم ہیں علیؑ کی عورت نہ بے وفا تھی نہ تلوار نہ گھوڑا اہر عنوان ایک مستقل موضوع سخن ہے جس پر بحث اپنے مقام پر ہو سکتی ہے غالب کے معتقدات پر ماہنامہ "سہیل یمن"، لکھنؤ میں ایک محققانہ اداریہ ابو البراعہ مولانا سید ظفر مہدی صاحب گہر جائسی (مرحوم و مغفور) کا شائع ہو چکا ہے جو قابل دید ہے افادہ ہذا اس سے ماخوذ نہیں ہے یہ ملحوظ خاطر رہے (دیکھو جریدۂ مذکورہ مورخہ ماہ رجب ۱۳۵۰ھ۔)

ذوالجناح کے وسیع موضوع پر یہ تیسرا مقالہ ہے جو معرز الارشاد میں انشاء اللہ العزیز شائع ہو رہا ہے۔ ذوالجناح ایک پُر امن، علمی اور عملی، تاریخی اور اسلامی غیر اختلافی یادگار ہے۔

از ارشاد کراچی یکم اگست ۱۹۶۲ء نمبر ۳۱

حضرت سرور دو عالم صلوات اللہ وسلام علیہ کی وفات کے بعد بھی تصویر کا وجود باقی رہا۔ اہل بیت صحابہ تابعین کی پاک سیرت اور قابل تقلید کردار میں شبیہ سازی سے غفلت نہیں کی گئی اسلامی آبادی اور بلادِ مسلمین میں جا بجا یہ مقدس نمونے نظر آئے اور بزم رسولؐ کے بیٹھنے والے کبھی چیں بجبیں نہ ہوئے چنانچہ

دولت سرائے خاتون جناں میں شبیہہ

ابن سعد کا بیان ہے کہ حضرت فاطمہ زہرا علیہا التحیۃ والثناء اول من جعل لہا النعش عملتہ لہا اسماء بنت عمیس وکانت قد رأیتہ یصنع بارض الحبشہ وہ پہلی خاتون ہیں جس کے لئے تابوت بنایا گیا اسماء عمیس کی بیٹی نے اپنے وطن حبش میں جو نمونہ دیکھا تھا وہ تیار کیا۔ (طبقات ابن سعد جلد ہشتم صہ ۲ طبع مصر و صحیح بخاری صہ ۱۷۷، ۱۷۱ وغیرہ)، اس حوالے کے بعد کم از کم مسلمانوں کو زیارت تابوت سے چڑھنے کا حق نہیں ہے۔

حضرت علیؑ اور شبیہہ

جنگ صفین میں ایک مرتبہ جناب ابن ابی طالبؑ اپنے فرزند حضرت عباس کے کپڑے پہن کر ان کے گھوڑے پر سوار ہو کے میدانِ نبرد میں آئے (مناقب اخطب خوارزم) اور دوسری مرتبہ آپ نے عبداللہ بن عباس کی پوشاک میں جہاد کیا۔ معاویہ کو شبہ ہوا یہ حضرت علی ہیں تحقیق میں یہ معیار مقرر کیا کہ پورا لشکر متحد ہو کر آپ پر حملہ کرے اگر قدم

جنبش میں آئیں اور جگہ سے ہٹ جائیں تو عجبؔ نہیں ہیں زدوا لدالت ہدیۂ جعفر شوشتری)

ادیس قرنی رضی اللہ عنہ اور شبیہہ

مولوی عبدالکبیر مدرس مدرسہ نصرۃ الحق امرتسر اپنے جواب استفتاء میں لکھتے ہیں:۔

اویس عاشق رسولؐ کو اپنی والدہ ضعیفہ کی خدمت کرنے سے یہ موقع نہ دیا کہ حضور اکرم صلعم کی خدمت میں حاضر ہوسکیں جب احد میں سرکار دو عالم کا ایک دندانِ مبارک شہید ہوگیا اور یہ خبر عاشقِ رسولؐ کو پہنچی تو آپؐ نے غایت عشق و محبت میں یہ خیال فرمایا کہ حضورؐ کا دندان مبارک شہید ہوجائے اور میں گھر میں آرام کروں چنانچہ اپنا ایک دانت توڑ دیا پھر خیال آیا کہ شاید یہ دانت آپؐ کا شہید نہ ہوا ہو تو دوسرا توڑا اسی طرح تمام دانتوں کو ان کی محبت میں توڑ دیا۔

(الفقیہ امرتسر مورخہ ۱۴ر دسمبر ۱۹۴۶ء صہ ۴ کالم ۱ اور ۲) قمع کے ماتم پر جو مسلمان ناک بھوں چڑھاتے ہیں وہ اس متفق علیہ بیان کو اپنی کتابوں میں تدش کرکے دیکھیں صراحت میں یہ خونریزی قمع زنی پر دلیل اور اویسؓ تابعی کا شبیہہ رسولؐ بننا موید مطلوب ہے

ایک اور شبیہہ

محمد بن سعد کاتب بغدادی لکھتے ہیں اخبرنا فضل بن دکین قال حدثنا شریک بن عبد اللہ عن جابر عن القاسم قال کان نقش خاتم شریح اسد ان بینہما شجرۃ۔ فضل بن دکین نے خبر دی ہے کہ شریک بن عبداللہ اپنی سند سے جابر بن قاسم سے راوی ہے کہ قاضی شریح کی انگوٹھی پر دو شیر اور بیچ میں ایک پیڑ بنا ہوا تھا (طبقات الکبری ج ۶ ص ۹۲ طبع لیڈن ۱۳۲۵ھ)

بغداد کی تطہیر

عراق کا وہ خوبصورت شہر جو آج سے پہلے دارالخلافہ رہ چکا اس کی پہلی آبادی آرائش مرکزیت علوم و فنون دیکھتے ہوئے مولوی عبدالحلیم شررؔ نے تاریخ لکھی اس تاریخ میں دریائے دجلہ کی رونق اور ساحل کی آبادی پر بحث کرتے ہوئے لکھا ہے کہ جو بجرے سطح آب پر رواں تھے وہ جانوروں کی صورت پر تھے۔

تاریخ بغداد ص۱۵ مطبوعہ ستارۂ ہند پریس کلکتہ، تعزیہ داری کو بت پرستی کہنے والے اپنے گریبان میں منہ ڈالیں اور پہلے اپنی آنکھ کا شہتیر دیکھیں اور دوسروں کی آنکھوں کے تنکے تلاش نہ کریں۔ من لم یجعل اللہ نوراً فما لہ من نور

ترکی کی مثال

اب ذرا ابن ابی الحدید معتزلی کی ایک مشہور عبارت کا ترجمہ ملاحظہ ہو۔ وہ شان حضرت امیرؑ میں کہتے ہیں

(میں اس جوانمرد کے بارے میں کیا کہوں جس کی تصویر فرنگستان اور روم کے بادشاہوں نے اپنے کلیساؤں اور عبادت خانوں میں اس شان سے بنائی کہ شمشیر بکف آمادۂ جنگ ترک و دیلم کے شاہوں نے اس کا فوٹو اپنی تلواروں پر بنایا چنانچہ عضدالدولہ بن بویہ اور ان کے باپ رکن الدولہ کی تلواروں پر تصویر علیؑ تھی الب ارسلان کی تلوار پر یہی شبیہہ مولا ہے یہ سلاطین اپنی فتح و فیروزی کا مرکز اس صورت کو سمجھے تھے۔ (شرح نہج البلاغہ ج ۱ ص ۹ طبع مصر و ینابیع المودۃ ص ۱۲۴)

انطاکیہ کا تصویر خانہ

سیف الدولہ ابوالحسن علی بن عبداللہ عدوی جب ۳۳۷ھ میں انطاکیہ پہنچا اور قلعہ فتح کیا تو اطلسی خیمے کے نیچے فاتحانہ شان سے بیٹھا تھا متنبی شاعر نے مدح میں قصیدہ پڑھا جس کا ایک شعر یہ ہے ۔ وفی صورۃ الرومی ذی

التاج ذلة ؛ لا بلجم لا تیجان الا عمائمہ شعر کی شرح میں ہے : ۔ قد کان صور فی الخیمتہ صورۃ ملک الروم شاہانہ پر شاد روم کی تصویریں جا بجا تھیں (المتنبی مطبع مجتبائی دہلی صہ ۲۲۹ ۱۹۰۳ء حاشیہ)

تا قیامت باقی رہنے والی شبیہہ

سبط ابن جوزی نے فضائل سادات میں جو واقعہ نذر قرطاس کیا ہے وہ منظر ہے کہ عبداللہ بن مبارک جو عازم حج تھے جب ایک زن علویہ کو بطِ مردہ کھانے کے ارادے میں اٹھاتے دیکھا اور پانچ سو اشرفیاں زادِ راہ کی متاثر ہو کر نذر کر دیں۔ آخر میں بشارت ہوئی تمہ روایت طولانی یہ ہے۔ یخلق ملکاً علی صورتک یحج بدلک کل عام الیٰ یوم القیامۃ خدا نے تیری شکل و صورت میں ایک فرشتہ پیدا کر دیا ہے جو تیری طرف سے ہر سال تا قیامت حج کرتا رہے گا۔ (تذکرہ خواص الامہ طبع عراق صہ ۱۰۶ ینابیع المودۃ صہ ۳۲۷ طبع اسلامبول)۔

شبیہہ نوازی کا آخری ثبوت اور سیاسی دنیا کا ایک منظر

قدیم ہندوستان جب سوراج حاصل کرنے کی کوشش میں تھا اور مسلمان حصول آزادی کے لئے جیل جا رہے تھے مولوی محمد علی بمقام چندواڑہ قید میں تھے آل انڈیا مسلم لیگ نے ان کو اپنا صدر منتخب کیا۔ اور کرسیٔ صدارت پر اُن کا فوٹو رکھ دیا گیا۔ (کہانیاں حصہ دوئم مؤلفہ قاضی عبدالعلی بلہوری صہ ۹۵ طبع کراچی)۔ ان تمام مواقع پر کسی ایک نے بھی شبیہہ سازی پر نہ احتجاج کیا نہ کفر کا فتویٰ حاصل کیا نہ کسی کی دل آزاری ہوئی، نہ کہیں بلوہ و فساد ہوا، نہ کوئی فوجداری اور دیوانی کا

مقدمہ چلا۔ نہ کبھی بت پرستی کا الزام عائد ہوا۔ ذوالجناح کے احترام اور استحسان پر پیش کردہ اقوال اقتباسات میں ہر ثبوت مستقل دلیل و برہان ہے۔

(نوٹ) اس مقالہ میں احتراماً ان روایات کو استدلال میں پیش نہیں کیا گیا ہے جو تصویر حضرت ام المومنین، محترمہ حضرت عائشہ حضرت رسول صلعم کی خدمت میں آنے کا پتہ دیتی ہیں اور زینت صحاح ہیں اور وہ روایات بھی زیر نظر نہیں ہیں جنھیں تلعب بالبنات کی نوید ہے یہ کل روایات معترض کے زاویہ نگاہ سے شبیہہ کے احترام و تعزیہ داری کے جواز پر بدرجۂ اولیٰ دلیل ہیں تعزیہ نہ تصویر انسان ہے نہ مجسمہ ذی روح۔ اگر وہ رسول عربی کے گھر میں موجود اور سرکار دو عالم چشم پوشی فرمائیں تو اس کے بدرجۂ اولیٰ محترم ہونے کا ثبوت ہے اور ذوالجناح کی شبیہہ کسی قانون اسلام کی زد میں نہیں ہے اور شعائر اللہ کی فہرست میں شامل ہے جب عنان سخن یہاں تک پہنچی تو مجھے کہنے کا حق ہے کربلا بس کے خون آلودہ ریگستان کو اگر لوگوں نے بھلا دیا۔ مقدونیہ اور البانیہ کے فسانہائے خونیں اگر فکروں سے فراموش ہو گئے چنگیز خاں کے مظالم اگر ذہنوں سے محو ہوں تو کچھ مضائقہ نہیں۔ ارباب درد و غم کے لئے تشنگانِ فرات کا المناک حادثہ صدیوں سے سامنے ہے اور بے شمار لیل و نہار گزرنے پر اب تک بھلایا نہیں جا سکا ہے تعزیہ اور علم اس خونچکاں داستان کے وہ آثارِ قدیمہ ہیں جو برسہا برس سے مسلمانوں کے صدر اوّل میں قبر مبارک پر جو خام قبہ تھا۔ تعزیہ اس کی نقل اور لوحِ مزار پر فولادی کٹہرا نصب ہو جانے کے بعد کی تصویر ضریح ہے جو دور اُفتادہ مخلصین کے لئے تیار ہوئی اسی طرح ذوالجناح یا دُلدُل کی دو حیثیتیں ہیں یا تو وہ شبیہہ ہے اس گھوڑے کی جس پر آپؑ بروز عاشورہ سوار تھے اور درجۂ شہادت آپؑ کو حاصل ہوا یا اس کو آپؑ کی یادگار کے طور پر اُن حضرت کی ذ

نسبت دے کر ان کی یاد تازہ کی جاتی ہے اور یہ دونوں عنوانات خامہ فرسائی سے مستغنی ہیں آئے دن بحث ہوتی رہتی ہے کہ تعزیہ شبیہہ قبر اور ایک غیر ذی روح کی تصویر اور نقشہ ہے کتاب اور سنت سے اس کی مخالفت ہرگز ثابت نہیں ہوتی بلکہ دنیائے اسلام کا عزادار طبقہ تیرہ سو برس کے ہر دور میں اس کی عزت کرتا رہا۔

قدیم ہندوستان کے تجربہ کار اور جہاں دیدہ اہل قلم میں منشی محبوب عالم ایک کثیر الاشاعت روزانہ اخبار کے مدیر نے ذوالجناح کے جو معنے بتائے ہیں وہ انھیں کے لفظوں میں ملاحظہ ہوں

"شیعوں کا دستور ہے کہ وہ محرم کی آٹھویں کو حضرت عباس کے نام کا اور دسویں کو امام حسین علیہ السلام کے نام کا گھوڑا جو اسی کام کے واسطے سدھایا جاتا ہے اور اس پہ کوئی سواری نہیں کرتا۔ بڑے بڑے شہروں میں نہایت بھیڑ بھاڑ کے ساتھ ماتم کرتے ہوئے نکالتے ہیں اس کو ذوالجناح اور دُلدُل کہتے ہیں اس گھوڑے پر ایک پگڑی، تیر اور تلوار رکھی ہوتی ہے اور ایک سفید کپڑا (جس پہ شہاب کی چھینٹیں خون کی علامت ظاہر کرنے کے واسطے دے دیتے ہیں) پڑا ہوتا ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس کا شہسوار شہید ہوا اور یہ گھوڑا رنج و غم کے ساتھ الٹا اپنے گھر آیا۔ (اسلامی انسائیکلوپیڈیا از ایڈیٹر پیسہ اخبار لاہور صد ۳۲۵)

معلوم ہوا کہ عزاداری سنی شیعہ مشترک رسوم ہیں جو صدیوں سے ملک میں رائج ہیں مگر مٹھی بھر نواصب ہیں جو خالص اسلامی راہ میں سدِّ راہ ہو کر گریہ و بکا کو حرام، تعزیہ کو بدعت کہتے ہیں اسی تاریک ذہنیت کا کرشمہ کبھی کبھی دلدل کے جلوس میں رکاوٹ پیدا کرتا ہے اور لوگوں میں افتراق پھیلانے کی کوشش کرتے ہیں کہ جلوس ذوالجناح نہ نکلے مگر تو یہ عزائے حسینی رہتی دنیا تک رہے گی اس مقالہ کی باقی قسطیں

بتائیں گی کہ دلدل دنیائے عزا کے ہر گوشہ سے نکلتا ہے اور پُر امن مظاہرۂ غم ہے

ایں حسینؑ کیست کہ عالم ہمہ دیوانہ اوست

واقعہ کربلا میں رسول عربیؐ کی سواری کے گھوڑے

نمبر ۴ شیعہ لاہور یکم جولائی ۷۲ء ۱۹

اس مقالہ کا پہلا حصہ حسینؑ نمبر میں شائع ہو چکا ہے یہ دوسرا حصہ ہے اور ممکن ہے کہ فاضل مضمون نگار اس موضوع پر مزید محققانہ نگارش فرمائیں اس لئے ہم نے اس سلسلے کو جاری رکھا ہے۔ ادارہ

حسینی سیرت نگار اگر اپنی خامہ فرسائی میں زیادہ سے زیادہ مقاتل دیکھ کر قلم اٹھائیں تو کوئی وجہ نہیں کہ حقیقت تک رسائی نہ ہو۔ سپہر کاشانی نے ناسخ التواریخ میں چاہا تھا کہ یہ مقصد بے نقاب ہو مگر ان کی جدوجہد میں کوئی خاص کامیابی نہ ہوئی۔ میرا ردیہ اور خاندانی اسلوب نگارش ہمیشہ یہ رہا کہ دشتِ نینوا کے غم انگیز حالات میں کسی جز سے انکار نہ ہو۔ جب تک مسلمات مذہب سے تصادم کی نوبت نہ آئے انکار رجحان اور غم کی وسعت کو تنگ کرتا ہے اور حسینیت بلند ہونے کے بجائے پست نہ ہو۔

شہادت عظمیٰ کی وہ خونچکاں حکایت جو شیعیت کے دورِ اضطراب میں اللہ جانے کن مشکلات میں ضبط و تدوین میں آئی جبکہ سپاہ قلیل کا ایک انسان بھی زندہ نہ بچا۔ اس طبقہ کے رہے سہے افراد قید سخت میں زمانہ دراز تک خاموش رہے ان کے نام لیوا اموی و عباسی سخت قوانین میں نام لینے کے بعد مجرم قرار پاتے تھے مظالم کی تفصیل مصائب کی تشریح واقعات کی تحقیق کا کہاں موقع تھا۔

اصحاب آئمہ جو درحقیقت تحفظ مذہب میں اپنے عزیز اوقات صرف کر کے علمی

تہی دستی دور کر رہے تھے اور آنحضرتؐ کی بزم عصمت میں باریاب ہونے پر اصول فروع مباحث کو سب سے پہلے چھیڑتے تھے ان کا یہ احسان ہے کہ از کتاب طہارت تا دیات مذہبی زندگی کا کوئی گوشہ باقی نہیں جس میں قول معصوم حاصل نہ کر لیا ہو۔ زمانہ کے پُر آشوب ماحول نے ان کو اس کا موقع نہیں دیا کہ وہ واقعۂ کربلا اور اس کے جزئیات کو زیر بحث لاتے اس گرد و پیش میں جو کچھ ہم تک پہنچ گیا وہ اس کا مستحق ہے کہ احترام کے قلم سے لکھا جائے اور تعظیم کی آنکھ سے پڑھیں۔ قوتِ اجتہاد کو اس محل پہ بے جا صرف کرنا اور انکار کی جرأت فقیہ کو نہیں ہوتی۔

اس مختصر عذر اور اظہار حقیقت کے بعد ہم بالغ نظروں سے کام لیتے ہوئے مقاتل کی سیر کے چند ذمہ دار ہستیوں کی رائیں پیش کرتے ہیں جن سے سرکارِ دو عالم روحی فداہ کے سواری میں جو راہوار دورِ نبوی میں رہ چکے تھے ان کی تصویر نظر آئیگی

میمون

عرب میں سواری کے لئے گھوڑے خریدنے پر یہ بھی دیکھا جاتا تھا کہ مالک کو کوئی نقصان تو نہیں پہنچا اور وہ گھوڑا بہت عزیز سمجھا جاتا تھا جس کے ملکیت میں آنے کے بعد سوار کو کسی فرحت و انبساط کا سامنا ہو۔ یہ گھوڑا پہلے مالک کے لئے مبارک قدم ثابت ہوا تھا اس لئے اس کو میمون کہتے تھے ابو اسحاق اسفرائنی نے اپنے مشہور مقتل میں اقوالِ مورخین پر خصوصی توجہ دی ہے اور اس کی رائے ہے کہ روز عاشورہ یہی گھوڑا آخری سواری میں تھا الاسح میمون زیادہ سے زیادہ صحیح یہ ہے کہ وقت شہادت مظلوم کربلا میمون پہ سوار تھے اور در خیمہ پہ یہی گھوڑا آیا اور خبر شہادت حرم میں پہنچی۔ اس سلسلے میں اسفرائنی نے گیارہ شعر میمون سے خطاب کر کے اہلِ حرم کے نقل کئے ہیں یہ نوحے بخوفِ طول نقل نہیں کئے جاتے (ملاحظہ ہو نور العین فی مقتل الحسین صفحہ ۴۲ طبع مصر)۔

ذوالجناح

محقق طریحی نے مجمع البحرین میں اور دیگر ارباب مقاتل نے ذوالجناح کو رسولؐ کا گھوڑا بتایا ہے اور شہرت بھی ہے کہ روز عاشورہ امام اسی پر سوار تھے لیکن بعض اہلِ قلم کو اس سے اتفاق نہیں ہے اور فاضل سماوی شہزادہ علی اکبر کے حال میں لکھتے ہیں کہ گھوڑا علی فرس یدعیٰ ذوالجناح وہ جس گھوڑے پر سوار تھے اسے ذوالجناح کے نام سے پکارا جاتا تھا اگر یہ اسپ شبیہہ رسولؐ کی سواری میں تھا تو بھی واقعۂ کربلا سے مناسبت ختم نہیں ہوتی ؎

شہ زنتا رسم ذوالجناح پاک بکفش پائی تو جانم فدا سلام علیک

عقاب

عقاب مشہور شکاری پرند کو کہتے ہیں ابن شہر آشوب نے اس نام کا راہوار حضورؐ کے اصطبل میں تسلیم کیا ہے اور علامہ کاشفی کی تحقیق ہے کہ یہ گھوڑا روز عاشور حضرت علی اکبر کی سواری میں تھا ایک طرف تو شہزادہ علی اکبر کی سواری کے سلسلے میں ذوالجناح کا نام آیا ہے ممکن ہے کہ ذوالجناح اور عقاب ایک ہو اور تیز روی نے یہ لقب دیا ہو۔ شعرا تیز رفتار گھوڑے کو عقاب سے مثال دیتے ہیں۔ میر انیس فرماتے ہیں (گھوڑے کی تعریف میں) ؎

سیماب تھا زمیں پہ فلک پر سحاب تھا دریا میں موج تھا تو ہوا پر عقاب تھا

رخصت شہزادہ علی اکبر کے حال میں ہے جب ان کو اذنِ جہاد مل چکا۔ امام نے اپنے ہاتھ سے فرزند کے جسم پر آلات حرب آراستہ کئے۔ وے را بر اسپ عقابش سوار گردانیدند مادر خواہرانش از رکاب و عنانش در آویختند و بجائے آب خون از دیدہ ہا می ریختند، امام فرمود کہ دست از وی بدارید کہ عزیمت سفر آخرت دارد۔ (روضۃ الشہداء کاشفی) گھوڑا حرم سرا سے اس قدر قریب آگیا تھا کہ خواتین کے رخصت کرنے میں بے پردگی کا ڈر نہ تھا۔ ماں اور بہنیں علی اکبر کی رکابوں اور باگ سے لپٹ گئیں۔ آنسوؤں کی جگہ آنکھوں سے خون بہہ رہا تھا یہ تلاطم دیکھ کر امام نے فرمایا کہ علی

اکبر سے ہاتھ اٹھاؤ وہ سفر آخرت پر تیار ہیں۔

دُلدُل غیر منقوط لفظ ہے جو صرف دو مکرر مگر مضموم اور ساکن حروف سے بنائی گئی ہے، عرب میں خار پشت (ساہی) کو قنفند کے علاوہ دلدل بھی کہتے ہیں جس کا قد و قامت معمولی خار دار جانور سے بڑا ہو یہ ایک خوبصورت تھا جو سفید رنگ سیاہی مائل تھا اور حاکم اسکندریہ مقوقس نے خدمت نبویؐ میں تحفتہً بھیجا تھا اور سرکار دو عالم نے حضرت علیؑ کو سواری کے لئے عطا فرمایا تھا۔ نظم و نثر میں اس کے بکثرت ثبوت ہیں سہ سعدی۔

اگر دانی بگوئی جز علی نیست　　　که دلدل زیر رانش بود خوشتر

دیگر　رواں آگے دلدل کے یعسوب دیں　　　قدم با قدم پیچھے سب مومنیں

حنین میں آقائے دو جہاں نے جب دلدل سے خطاب کیا کہ "زمین نزدیک شو" زمین سے مل تو جا تو وہ اتنا جھکا کہ حضرت نے دست مبارک سے زمین سے سنگریزے اٹھائے (مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۶۰۲ طبع نول کشور) یعنی سنگریزے دشمن کی شکست کا پیام تھے یہ وہی دلدل ہے جو حضرت عباس کے دعوے وراثت پر ان کی سواری میں نہ آ سکا، اور اس کے ٹھاٹھ دیکھ کر عباس غش کر گئے (مناقب آل ابی طالب ج ۲ ص ۲۶ طبع بمبئی) مگر حسنؑ و حسینؑ کم سنی کے باوجود سوار ہوئے اور دلدل کو عذر نہ ہوا۔ جنگ جمل میں حضرت علی مرتضیٰؑ اس مرکب پر سوار تھے (غرر الخصائص فاضل وطواط ص ۲۰۶ طبع مصر ۱۳۱۹ھ) واعثم کوفی، بلاذری نے زمانہ معویہ تک دلدل کی زندگی تسلیم کی ہے اور سیرت الحلبیہ میں ایک ناتمام بیان ہے جس سے اس راہوار کا انجام کار واضح ہوتا ہے۔ "رماہا رجل منہم فقتلہا (سیرت الحلبیہ ج ۲ ص ۴۰۴ مکتبہ حاجی داؤد، سر کراچی) ایک شخص نے تیر مارا اور راہوار شہید ہو گیا"۔ نہ رزم گاہ کا نام ہے نہ قاتل کا پتہ ہے۔ واقعۂ کربلا کے سوا کوئی ایسی دشمن اسلام فوج نہ تھی جو اپنے رسولؐ کی سواری کو نشانۂ تیر بنائے یہ ہے وہ

رویہ جو دشمن اہل قلم نے حسینیت کے خلاف ہمیشہ اختیار کیا۔

مرتجز یہ وہ گھوڑا ہے جس کو حضرت رسول اللہؐ نے ایک اعرابی سے خریدا تھا اور خزیمہ بن ثابت اس معاملت پر گواہ ہوئے تھے (ملاحظہ ہو حیاۃ الحیوان دمیری جلد ۲ ص ۱۱۲ و مجمع البحرین طریحی) دمیری نے اعتراف کیا ہے کہ خزیمہ کی گواہی دو آدمیوں کے برابر تھی ان کا ذو الشہادتین ہونا مسلم ہے اور یہ اجتہادات حد درجہ عبرت زا ہیں۔ صحابیٔ رسولؐ کی تن تنہا گواہی دوسری شہادت کا درجہ رکھتی ہے اور فرزندانِ رسول حسنینؑ کی شہادت ناقابلِ قبول ہو یہ الٹی منطق ہماری سمجھ میں نہیں آتی۔ بہرحال یہ گھوڑا خوش آواز تھا اس لئے اس کو مرتجز کہتے تھے رجز ان اشعار کو کہتے ہیں جو مجاہد میدان نبرد میں فخریہ لب و لہجہ میں پڑھتا ہے اس گھوڑے کا کربلا میں ہونا یقینی ہے اور پیغمبرؐ کے حکیمانہ فعل سے یہ بھی واضح ہے کہ جبکہ گھوڑے کے اوصاف میں کسی جگہ خوش آواز ہونا شرط نہیں اور کربلا کے رستخیز میں بلند آواز راہوار کی ضرورت تھی جس کی صدا فتح کے باجہ اور نعرہ ہائے تکبیر اور صدائے شیون میں بے وارث عورتوں کے سامنے تک پہنچے اور شہزادیاں سراسیمہ ہوئیں۔

ذوالجناح کا احترام کیوں؟

نمبر۹۔ محرم نمبر نظارہ لکھنؤ بھارت ۲۸ مئی ۱۹۶۲ء

ارکانِ عزاداری اور ماتمی جلوس میں ذوالجناح کو جو حیثیت ہوسکتی ہے منجملہ اس کے انتساب سے ہمارا بنوایا ہوا مکان کتنا ہی عالی شان اور بلند کیوں نہ ہو۔ مگر خرید و فروخت اور رہن ہوسکتا ہے نجاست کی حالت میں بھی آدمی وہاں رہتے سہتے ہیں مگر خانۂ خدا اور مسجد میں وہ عظمت پیدا ہوجاتی ہے کہ وہ ہمارے مملوکات سے بالاتر ہوکر مستحق تعظیم ہوجاتے ہیں خدا کی طرف نسبت تھی جس نے تمام عمارتوں سے بہتر قرار دیا۔ سلسلۂ انبیاء میں حضرت آدم صفی اللہ اور ان کی رفیقۂ حیات بی بی حوّا کوہ صفا و مروہ پہ اترے تھے تو حاجیوں کے لئے ان پہاڑیوں کو بھی ایک مرتبہ عطا ہوا جو اونچے پہاڑوں کو بہ وجہ بزرگی نہ ملا۔ کوہ صفا مصطفٰے آدم کی وجہ سے معزز ہوا اور عورت کو مراۃ کہتے ہیں کوہ مروہ ام البشر یہی عورت بی بی حوّا کے سبب سے سعی کی منزل قرار پایا۔ عصاء موسیٰ لکڑی تھی مگر کلیم اللہ کی طرف نسبت نے اس کو معجزہ بنایا۔ یوسفؑ کا کرتہ کپڑے کا تھا مگر پیراہن نبی ہونے سے بے نور آنکھوں میں روشنی پلٹا دینے کا اثر ودیعت کیا گیا۔ قربانی کے جانور حضرت اسماعیل کی طرف منسوب ہونے سے شعائر اللہ کہے گئے۔ مٹی کھانا شریعت نے حرام قرار دیا ہے مگر گیرو خاکِ قبر ذوالقرنین ہونے سے استعمال جائز ہے یہ وہ ہادیٔ دین تھے جو دو مرتبہ راہ خدا میں شہید ہوئے ان کی سرخ خاک قبر امراضِ شکم وغیرہ میں اکسیر ہے اور گِل ارمنی کو حکماء اور آئمہ اطہار دونوں مفید بتاتے ہیں (دیکھیو مکارم اخلاق طبرسی)

حیات حضرت حمزہ تک پیغمبر خدا کی بی بی صفیہ، ام المومنین خرمہ کی گٹھلیوں پر ذکرِ الٰہی کا شمار کرتی تھیں (کشف الغمہ عن جمیع الامۃ امام شیخ عبدالوہاب شعرانی ج ۱ ص ۱۱ طبع اول مصر) جب رسولِ خدا کے عم نامدار حضرت حمزہ شہید ہوئے تو خاتون جنان نے خاکِ تربتِ حمزہ کی تسبیح بنائی اور اس صنعت نے وہ رواج پایا کہ آج گھر گھر تسبیح مل سکتی ہے پہلی تسبیح خاک قبر حمزہؓ کی تھی (مکارم الاخلاق طبرسی)

غرض آدم و حوّا اور موسیٰ و یوسف کی طرف منسوبات کا فلسفہ کسی کند ذہن آدمی کی سمجھ میں نہیں آئے گا اور وہ ذوالجناح کی نسبت کو دل نشین نہ کرسکے گا تو یہ قرآنی آواز واضح ثبوت ہے والبدن جعلنا ھا لکم من شعائر اللہ لکم فیھا خیر قربانی کے گندے اونٹ بھی ہم نے تمہارے واسطے خدا کی نشانیوں میں قرار دیئے ہیں اس میں تمہاری بھلائیاں ہیں ناقہ صالح بھی محترم نبی کی طرف منسوب ہونے سے خدا کی نشانی ہوئی۔ نبی کی صدا یا قوم ھذہ ناقۃ اللہ لکم آیۃ۔

اے قوم میری یہ ہے اونٹنی اللہ کے واسطے تمہاری نشانی اگر اونٹ شعائر اللہ ہے تو گھوڑا بھی کسی مقدس انسان کی طرف اگر منسوب ہو تو محترم ہوسکتا ہے خصوصاً اگر وہ ذات اسماعیل سے افضل ہو۔

جنگِ جمل میں حضرت ام المومنین کے اونٹ کا فضلہ مسلمان آنکھوں سے لگاتے تھے (تاریخ طبری جلد پنجم ص ۲۱۲ طبع مصر) صرف اس لئے کہ جس حرم رسولؐ کی سواری میں تھا۔

پیغمبر خداؐ نے بھی منسوبات کی قدر کی ہے چنانچہ حضورؐ کی بی بی پاک زینب کا شوہر ان اسیروں میں لایا گیا جن کو فدیہ دے کر چھوڑنے کی تجویز تھی تو اس مقام پر شمس العلماء ڈپٹی نذیر احمد لکھتے ہیں کہ حضرت زینب نے اپنے شوہر ابوالعاص کے فدیہ میں اپنے گلے کا ہار اتار کر بھیج دیا یہ ہار حضرت خدیجہ کا دیا ہوا تھا آنحضرتؐ نے جب یہ ہار دیکھا تو رقت طاری ہوئی۔ صحابہ سے فرمایا کہ مناسب سمجھو تو زینب کو اس کا ہار واپس کردو۔ کیوں کہ یہ

اس کی ماں کی یادگار ہے سب لوگوں نے خوشی سے قبول کیا اور ابوالعاص کو بلا فدیہ کے رہا کر دیا (الحقوق والفرائض صفحہ ۹۴)

عبدالوہاب شعرانی جو طبقۂ اعلیٰ کے مسلم مؤلف ہیں اس واقعہ کو نقل کر کے لکھتے ہیں "رق لها رقة شديدة" (کشف الغمہ ج ۲ صفحہ ۱۵ طبع مصر) رسول نے سخت گریہ کیا۔ حضرت خدیجہ کبریٰ کا عطیہ ہار جب نظر نبوی کے سامنے آیا تو آپؐ ضبط گریہ کے بجائے بے چینی سے روئے اگر رونا بدعت ہوتا تو رسول کیوں روتے۔

دستور عالم ہے کہ اسلاف کی یاد باقی رکھتے ہیں اور ان کے منسوبات کا تحفظ انتظامی فریضہ ہوتا ہے ملک کے مشہور انشاء پرداز شمس العلماء خواجہ حسن نظامی آنجہانی اپنے روزنامچہ حیدرآباد دکن میں لکھتے ہیں کہ درگاہ گلبرگہ کے نوادرات میں وہ پالکی بھی دیکھی جس پر حضرت مخدوم چراغ دہلی سوار ہوتے تھے اور جس کو حضرت بندہ نواز اپنے کندھے پر اٹھاتے تھے اور حضرت بندہ نواز کے دو گیسو بھی وہاں دیکھے (اخبار منادی دہلی صفحہ ۱۲ مورخہ ۹، ۱۰ فروری ۱۹۴۷ء) فینس کو آج تک اسی لئے باقی رکھا گیا ہے کہ وہ مخدوم صاحب کی سواری تھی خواجہ صاحب ایسے زندہ دل اور نکتہ چین خود زیارت کرتے ہیں اور مستقبل کے غیبی شاہدہ کو ضبط تحریر میں لاکر ؎

يلوح الخط في القرطاس دهراً وكاتبه رميم في التراب

اپنے جذبۂ عظمت کو چھوڑ جاتے ہیں۔ مصور غم علامہ راشد الخیری کا ۱۹۱۳ء میں ایک بچہ قضا کر گیا۔ کئی مہینہ کے بعد اس کی ایک اچکن ان کے سامنے آئی۔ یہ اچکن اس کو پہننا بھی نصیب نہ ہوئی تھی مگر اس کے نام کی تھی۔ آنکھوں سے لگا کر گھنٹوں روئے۔ ملاحظہ ہو سیدہ کا لال صفحہ ۲۹ طبع کراچی ۱۹۵۸ء) مرنے والے کی یاد میں آبدیدہ ہونا مطابق فطرت ہے اور انتساب میں خصوصیت پیدا ہو جانا ناقابل انکار ہے یہ بیان اگر صحیح تسلیم کیا گیا ہے تو شہزادہ علی اصغر کا گہوارہ ہمارے جلوس عزا میں ایک یادگار کی حیثیت

تھا اور محمود آباد ضلع سیتاپور کا مقدمہ بھارت میں تنگ نظری اور افتراق بین المسلمین کے لئے تھا کسی طبقہ کی دل آزاری نہ تھا۔

معزز مسلمانو۔ تمہاری عزاداری میں تعزیہ حسینؑ کی نقل قبر اور علم حضرت علیؑ کے نشان کا عکس ہے اور ذوالجناح پیغمبر صلعم کے راہوار کی یادگار ہے یہ محمدؐ و آل محمدؐ کے آثار باقیہ ہیں ذوالجناح فقط حسینؑ کی ملکیت نہیں ہے رسول اسلام سے اس کو ربط اور یہ مال مشترک ہے۔ نانا اور نواسہ کا۔ تم انجام کو براہ کرم نہ دیکھو۔ آغاز پر نظر کرو اور ہمارا شکریہ ادا کرو۔ تم موئے مبارک بلاد اسلام میں شہر بشہر کوچہ بہ کوچہ اٹھاتے ہو۔ ہمارے معالیخان لکھنؤ کا جلوس اور قومی آواز ۲۶ ستمبر ۱۹۵۹ء کے آخری کالم پر یہ خبر آج تک یاد ہے ہم سرکار دو عالم کے گھوڑے کی شبیہ نکالتے ہیں دونوں جذبۂ عقیدت ہیں اور کم از کم مسلمان کو ناک بھوں نہ چڑھانا چاہیئے۔

عزاداری میں جو شبیہ ذوالجناح کے نام سے نکلتی ہے وہ صرف واقعۂ کربلا کی یادگار اور میدان جنگ میں جس کی پشت پر جہاد ہو چکا ہے اس اسپ باوفا کی شبیہ نہیں ہے بلکہ حیات اولیٰ ان گھوڑوں کے دَورِ نبوی کی خدمات ہیں جس طرح آل محمدؐ کی مقدس حیات پر قلم اٹھانے میں کوئی باب زندگی ایسا نظر نہیں آتا جس کو دشمن کی ترجمانی نے مسخ کرنے کی کوشش نہ کی ہو۔ کوئی فضیلت ایسی نہیں جس کو ادھر سے ادھر نہ پہنچایا گیا ہو۔ کوئی کارنامہ اور کردار نہیں جس کو دوسروں کے سر نہ تھوپا گیا ہو۔ اسی طرح پیغمبر کی سواریوں کے ذیل میں بھی غضب کا حسد، قیامت کا کینہ زیادہ سے مخالفت موجود ہے۔ ہم اگر تعمیر چاہتے ہیں تو تعمیر ممکن نہیں جب تک تخریب نہ ہو ورنہ بیان انفرادی ہو کر رہ جائے گا ممکن نہیں کہ اس گرد و غبار کو صاف کئے بغیر شاہد معنی کا جلوہ ہو۔ حضرت ختمی مرتبت نے عزیز ترین راہوار دلدل حضرت علی کو دیا (منتخب اللغات شاہجہانی از رشید الدین مدنی صفحہ ۲۰۹) چھاپ نولکشور

جامع اللغات مفتی غلام سرور اردو ص۱۹۲ طبع اوّل نولکشور و کریم اللغات مولوی کریم الدین طبع ہفت دہم ص۱۰۸ طبع نولکشور ۱۹۳۳ء) فضیلت مرکز پر آگئی تھی مگر یاران طریقت پہ بار ہوا حق میں باطل کی آمیزش شروع ہوئی۔ انعام، زرِ بخشیر ازرِ طبع میں راوی گویا ہوئے اور کہا کہ دلدل کی تو آنکھ خراب تھی اور احول بھینگا تھا (خزائن الاصول طبع اصفہان ص۲۸، ۱۲۹۵ھ) غیروں کی صدائیں تھیں جو ہمارے کتب تک پہنچیں اور مؤلفین کا کوئی شکوہ نہیں وہ اصول بتا چکے جو خلاف عقل ہے اور خلاف قرآن اور متضاد ہو اس کو نظر انداز کر دو اس صدا کو مدارج النبوت میں اور زیادہ آراستہ پیراستہ کیا۔ دلدل اندھا تھا اس پہ دوسرے لوگ بھی سوار ہوئے یہ بازار میں بعد رسولؐ فروخت ہوا۔ (جلد دوم ص۷۰۲ طبع نولکشور تقطیع کلاں) یہ خس و خاشاک بحارالانوار ایسی مایہ ناز کتب تک پہنچا ہو آیا اور اس کے باقی رہ جانے سے علامہ مجلسی علیہ الرحمہ پر الزام نہیں اور ان مکروہ آوازوں کا صرف یہ جواب ہے کہ جنگِ جمل میں حضرت علی کے زیرِ ران دلدل ہی تھا (ملاحظہ ہو طرما النخصائص فاضل وطواط ص۲۰۶ طبع مصر ۱۳۱۸ھ بحارالانوار و مناقب آل ابی طالب)

اگر دلدل کی نظر کمزور ہوتی یا وہ اندھا ہوتا یا فروخت ہو کر دوسرے کے قبضے میں جا چکا ہوتا تو پھر ان تاریخی حقائق کے کیا معنی ہیں کربلا میں پیغمبر کے جو گھوڑے موجود تھے ان میں زیرِ تحریر مقالہ دلدل اور ذوالجناح پر بحث ہو رہی ہے تعصب کی آندھیاں اس قدر تیز ہوئیں کہ معتبر مصادر میں واقعہ کربلا کے ذوالجناح کا نام ہی نہ تھا اور نہ رسولؐ کے گھوڑوں کی جہاں تفصیل ہے کتب سیرت میں وہاں فہرست میں ذوالجناح کا ذکر ہے فخر الدین بن طریح نجفی نے رسولؐ کے گھوڑوں کے ذیل میں ذو لمنات کا نام لیا۔ اب سوال یہ رہ جاتا ہے کہ میر انیس کے وقت سے ذاخر۔ جاوید، رشید وغیرہ نے سواری کی ثنا میں کیا کچھ نہیں کہا۔ کیا وہ سب مبالغہ تھا۔ واجد علی شاہ آخری تاجدار اودھ کا ایک قول مجھے یہ نظر

آیا کہ عمر طبعی اسپ کی ۳۲ سال ہے اور اس سے زیادہ گھوڑا زندہ نہیں رہتا۔ (اقتباس الانوار ص۳۰۶) عہد رسولؐ اور واقعۂ کربلا میں نصف صدی کا فاصلہ تھا۔ بہذا واقعۂ کربلا میں رسولؐ کے جو گھوڑے موجود تھے ان کا سن پچاس برس سے زیادہ تھا اور اس عمر کا گھوڑا سواری کے قابل نہیں رہتا۔ اس بحث کو ختم کرتے ہوئے میں فریقین کی دو معزز کتابوں کا اقتباس پیش کر کے جواب عرض کرتا ہوں علامہ عبدالوہاب شعرانی لکھتے ہیں کان رسول اللہ صلعم اذا رکب دابتہ لاتروث لا تبول وھو راکب (کشف الغمہ عن جمیع الامہ ج۲ ص۱۳۵ طبع مصر) حضورؐ جب سواری پر رونق افروز ہوتے تھے وہ جب تک آپ کے زیرِ ران رہتی نہ اسے پیشاب آتا اور نہ وہ لید کرتی۔ یہ تھا طہارت رسالت کا عالم اور علامہ ابن شہر آشوب مازندرانی علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں کانت دابۃ رکبھا النبی بقیت علے سنھا لا ینھرم قط جس چوپایہ پر رسول سوار ہوتے تھے اس کا شباب باقی رہتا تھا اور اس پر آثار ضعف اور پیری طاری نہیں ہوتی (مناقب جلد ا ص۹۷ طبع بمبئی و نفحات الریاحین ص۹۵ طبع لدھیانہ) واقعہ کربلا میں دلدل ہو یا ذوالجناح کوئی کمزور نہ تھا اور اس کے صبا رفتار ہونے میں کم از کم مسلمان کو عذر نہیں۔ ہر گھوڑا عالم شباب میں تھا ہمارا ذوالجناح رسول عربی کی طرف منسوب ہے اور دلدل ان کے دوسرے گھوڑے کی تصویر ہے عقیدت سے سر بریز دل ثنا کئے بغیر نہیں رہتا اور رسولؐ کی سواریوں کا استعمال باعتبار وراثت ہے اس لئے شاعر اس واقعہ کو پردۂ خفا میں رکھنے پر تیار نہیں ہے تین مصرعوں کو پیش کر کے قلم روکتا ہوں۔ سعدیؒ

چہارم علی شاہ دلدل سوار، خدا بحق بنی فاطمہ، کہ بقول ایماں کنی خاتمہ۔

بوستان ص۲ مطبع مرتضوی قدیم تقطیع ۲۲×۲۹۔ ۱۰۔۸

عرب گھوڑے کی حیثیت اور بنی ہاشم

رسول اکرمؐ کے وحی آموز ارشادات

نمبر۶ از شیعہ لاہور یکم اگست ۱۹۶۲ء

چوپایہ جانوروں میں گھوڑا سب سے زیادہ خوبصورت تیز رو اور وفادار ہوتا ہے علم الحیوان کے ماہر کہتے ہیں کہ گھوڑے میں انسان سے ملتے جلتے خصائل پائے جاتے ہیں اور حضرت اسماعیل نبی سے پہلے پشتِ اسپ پر کوئی انسان نہیں بیٹھا صحرا کے دوسرے وحشی جانوروں کی طرح گھوڑا بھی جنگل میں نظر آتا تھا نا واقف انسان اس کی خوبیوں سے واقف ہونے نہیں پایا تھا کہ سرزمین بطحا میں کعبہ کی بنیاد استوار ہوئی اور گھوڑے پر اسماعیل پہلی دفعہ سوار ہوئے اور رفتہ رفتہ دوسرے شہروں اور ممالک میں بھی یہ عام رواج ہوا اور عرب میں یہ عقیدہ پھیلا کہ جس گھر میں گھوڑا ہو وہاں شیطان نہیں آتا (حیات الحیوان دمیری جلد۲ صہ۲۰۹ طبع مصر)

پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ حدیث ہے۔ الخیر معقود بنواصی الخیل اچھائی وابستہ ہے گھوڑوں کی پیشانی سے، عرب میں اچھی نسل کے گھوڑے بڑی قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں اور کئی کئی پشت تک ان کی نسل کے نام زبانوں پر آتے ہیں اور نجابت انسان کی طرح گھوڑوں میں ہر خیال کی جاتی رہی ہے عرب اپنے عزیزوں کی طرح گھوڑے کو بھی سمجھتے ہیں اور کبھی اس کو تازیانہ نہیں لگاتے صرف اپنی آواز اور لگام سے کام لیتے ہیں عرب کے بچے گھوڑوں کے ساتھ کھیلتے ہیں اور ممکن نہیں ہے گھوڑا لات مار دے۔ گھوڑے پر ہمارے علماء اور ادباء نے متعدد کتابیں لکھی ہیں۔ وصف الخیل ملا محسن کاشانی علیہ الرحمہ کا شاہکار، جس میں گھوڑوں

کی پہچان اور وہ احادیث جمع کی گئی ہیں جن میں راہوار کے فضائل ہیں (۲) فرس نامہ علامہ شیخ علی حزین (۳) تشریح الفرس مؤلفہ راجہ راجیسور راؤ۔ (۴) فرس نامہ رنگین از سعادت علی خان رنگین دہلوی (۵) زینت الخیل یہ کتاب ۱۸۵۷ء میں طبع ہوئی۔ حضرت سرور کائنات صلعم کی ایک دوسری حدیث ہے۔ ارکبوا الخیل فانھا میراث ابیکما اسماعیل (مدارج النبوت جلد۲ صہ۶۱ طبع نولکشور)۔ گھوڑوں پر بیٹھو۔ اس لئے کہ یہ ورثہ ہے تمہارے مورثِ اعلیٰ کا۔ گھوڑے میں یہ بھی خصوصیت ہوتی ہے کہ وہ اپنے سوار کو پہچانتا ہے (عجائب المخلوقات قزوینی صہ۱۹۱ برحاشیہ حیات الحیوان دمیری) حضرت رسولِ خدا نے میدان نبرد میں لڑنے والے گھوڑوں کی قدر کی ہے چنانچہ جنگ خیبر میں پیدل لڑنے والوں کے برخلاف سواروں کو تین حصہ مال غنیمت میں دیئے جاتے تھے چنانچہ ابن سعد محدث کا بیان ہے۔ عن مکحول ان رسول اللہ اسھم یوم خیبر الفارس ثلاثۃ اسھم لہ سھمان ولہ سھم (طبقات ابن سعد جلد۲ صہ۱۱۴ صحیح سنن داؤد جلد۱ صہ۲۹ طبع مصر) دو حصہ گھوڑے کے حق کے اور ایک سوار کا۔ راہوار کی صحت و تندرستی یا تنومندی سے فوج کی رونق ہے اور رحمت اللعالمینؐ یہ نہیں چاہتے تھے کہ غازی لاغر گھوڑوں پر جنگ کریں۔ قرآن مجید میں سورہ والعادیات پرشکوہ نوید ہے مجاہدین راہ خدا کے فضل و شرف پر جن کی مثال انسانی کردار میں تلاش کرنے پر بھی نہیں ملتی اور ذوق سلیم فیصلہ کرتا ہے کہ جب گھوڑوں کی تعریف قدرت کی زبان سے ہو رہی ہے تو سوار کس قدر معزز ہوں گے نظر قدرت میں یہ نثار وصفت مسلمانوں کے لئے ایک نثر قصیدہ ہے جو قاری قرآن کے لئے سامعہ نواز ہے اور اس قسمیہ کلام پر صبح قیامت تک کوئی خط تنسیخ نہیں کھینچ سکتا محمد رسول اللہ آخری نبی، قرآن آخری کتاب جس کے بعد نہ نبوت ہے نہ الہامی کلام۔

جناب خطمی مرتبت کی دوربین نظر اقدس نے اپنے مابعد کے جملہ ادوار کو وحی آموز باتوں

میں سے منہ کھا اور زبانِ حق ترجمان کو جب جنبش دی۔ قیامت کے اختلافات کو طے کر دیا۔ اموی طبقہ کا مشہور مفسر علامہ قرطبی اپنی تفسیر میں ایک حدیث نذرِ قرطاس کرتا ہے جس کے نشر میں مجھے فخر محسوس ہوتا ہے اور وحی آموز ملفوظات مخالفین عزادار کے پول کھولتے ہیں آپؐ کا ارشاد ہے من لم یعرف عن متہ فرس الغازی فضیہ نسبہ من النفاق) جو مردِ نبرد آزما گھوڑے کی عظمت نہ پہچانے اس کے مزاج میں نفاق کا شبہ ہوتا ہے (جامع الاحکام القرآن جلد ہفتم صہ ۵ طبع مصر)

عربی نژاد رسولؐ کی صدا عرب کو طے کرتی ہوئی بحرِ ہند سے گزرتی اور بڑی دور کے مسلمانوں نے مجاہدین راہِ خدا کے گھوڑوں کے نام اپنی اولاد کے ناموں میں سمو دیئے اور ایسے باپ بھی تھے جنھوں نے فرطِ عقیدت میں اپنی اولادِ نرینہ کے نام ہیں محمد و علی کے ساتھ ذوالجناح کی مناسبت سے جناح کا اضافہ کیا۔ شمس العلماء خواجہ حسن نظامی دہلوی نے قائدِ اعظم محمد علی جناح کے نام نامی کو ذوالجناح کے لقب سے مشتق بتایا ہے اور یہ ان کے معزز ماں باپ کا یمن و برکت کے لئے پُرخلوص اقدام تھا وہ کہتے ہیں اس نونہال نے بڑے ہو کر حضرت امام مظلوم کی قربانی سے سبق لیا بلکہ قوم کو اس کی پیروی کی تلقین کی (منادی دہلی ۱۹۳۹ء) قرآن مجید میں حضرت سلیمان کی اسپ دوستی کا ذکر ہے اور تفسیر میں ہے کہ انھوں نے ہزار گھوڑے اپنے والد جناب داؤد کے ورثہ سے پائے تھے (حیات الحیوان دمیری جلد ۲) اس وقت کوئی کہنے والا نہ تھا لا نورث والا فرث ہر بیٹا اپنے باپ کی میراث سلف سے پا رہا ہے حضرت سلیمان کے گھوڑوں کے ذیل میں غیر ذمہ دار سہیین کے قلم سے ان کی عصمت پر جو حملہ ہوا ہے وہ صفحات تفسیر قصص الانبیاء میں موجود ہے اس ذکر کو چھیڑ کر میں تلخی پیدا کرنا نہیں چاہتا۔ حاصل کلام ہے کہ اسماعیل کے زمانہ سے شہسواری کی ابتدا ہوئی سلیمان نے فروغ دیا۔ فرعون کو ذوالاوتاد کا لقب جو حاصل ہوا ہے اور قرآن شریف میں اس کا جو ذکر ہے اس کا راز یہ بھی

تھا کہ فرعون کے اصطبل میں گھوڑے باندھنے کی میخیں سونے اور چاندی کی تھیں۔ (حاشیہ قرآن مترجم بدو ترجمہ صہ ۶۳۹ شاہ رفیع الدین و اشرف علی چاپ دہلی۔

شہسواری پر نصِ نبوی

ذیل میں ایک اور حدیث نقل کرنے کے قابل ہے جو مشہور سیرت نگار عبید اللہ امرتسری نے ابو حاتم المتوفی ۲۲۷ھ اور حافظ محمد احمد بن محمد عاصمی کے حوالے سے سوانح عمری حضرت امیر المومنین علیہ السلام باب چہارم موسوم بہ عروۃ الوثقیٰ خصائص المرتضیٰ میں انس بن مالک سے روایت ہے آنحضرت صلعم فرماتے ہیں۔ میں اور علی ایک نور سے پیدا ہوئے ہم خلقت کی پیدائش سے پہلے عرش کی داہنی طرف خدا کی تسبیح کرتے تھے جب خدا نے آدم کو بہشت میں سکونت کا حق دیا تو ہم ان کے صلب میں موجود تھے اور جب حضرت نوحؑ کشتی میں سوار ہوئے تو ہم اس وقت بھی ان کی پشت میں رہے جب حضرت ابراہیم آگ میں ڈالے گئے تو ہم ان کے صلب میں تھے اسی طرح ہم کو پروردگار ایک پشت سے دوسری پشت میں منتقل کرتا رہا یہاں تک کہ ہم صلب عبد المطلب میں آکر دو حصوں میں تقسیم ہوئے۔ مجھے عبد اللہ کے صلب میں اور علی کو ابو طالب کے صلب میں منتقل کیا۔ جعل فی النبوۃ والرسالۃ وجعل فی علی الفروسیۃ والفصاحۃ مجھ کو نبوت اور رسالت سے اور علی کو شہسواری اور فصاحت سے ممتاز کیا (ارجح المطالب صہ ۵۳ طبع قدیم نول کشور، لاہور) اس روایت میں فصاحت و شہسواری کو نبوت و رسالت کے توازن سے اہمیت دی ہے اور پس منظر فضیلت کا ممکن ہے یہ ہو کہ کارِ رسالت اور مقصدِ تبلیغ حضرت علی کے فصیح و بلیغ خطبات سے جیسا ادا ہوا۔ وہ کسی اور ذریعہ سے نہیں ہو سکتا تھا اور جہاد جو اسلام کا اہم ترین فریضہ ہے وہ بدر سے حنین تک پشتِ فرس پر ہی انجام پایا۔ یہ بیان شہسواری کے ثبوت پر مشتمل ہے زین الفتیٰ عاصمی کا خطی نسخہ کتبہ جد علام ممتاز العلماء لکھنؤ (بھارت) میں موجود ہے اس کتاب کا مسلمانوں

میں علمی وقار اپنی جگہ ایک مستقل باب ہے جو بخوف طول ترک کیا جاتا ہے۔

عدی بن حاتم کی دوسری روایت مظہر ہے کہ پیغمبر خدا نے حضرت علی کے سوا دوسرے شہسواران عرب کی اس کمال میں نفی بھی کی ہے یہ واقعہ بھی فاضل امرتسری کے اصل لفظوں میں ملاحظہ ہو۔ یہ شخص سرکار رسالت میں باریاب ہوا تو کہنے لگا۔ یا رسول اللہؐ ہم لوگوں میں ایک بڑا شاعر اور ایک بڑا شہسوار گزرا ہے۔ اشعر ناس امرء القیس تھا اور سخی ترین مردم حاتم اور بڑا شہسوار عمرو بن معدی کرب ہے آپؐ نے فرمایا جیسا تُو کہتا ہے ویسا نہیں ہے اشعر الناس نساء عرب عمرو کی بیٹی ہے اور سخی الناس محمد رسول اللہؐ و اما افرس الناس فعلی بن ابی طالب (المکوکب المضیہ فی فضائل العلویہ باب سوم ارجح المطالب صـ۲۰۹)

گھوڑے پر بیٹھنا تو ایک فن ہے جو اکتساب سے حاصل ہو سکتا ہے مگر یہ فضیلت کہ رکاب میں قدم رکھتے ہی یا زین تک پہنچتے پہنچتے قرآن ختم ہوا اعجاز ہے اور حضرت علیؑ کی بشریت سے بلند منزل اور اس بات کا ثبوت ہے کہ صاحب معراج کا وصی ایسا ہے با اقتدار ہو کہ رکاب میں قدم رکھتے ہی تلاوتِ قرآن ختم ہو حسب ذیل بلند پایہ اسلامی کتابوں میں یہ حقیقت موجود ہے (شواہد النبوت ملا عبدالرحمٰن جامی صـ۱۹۰) (۲) شرح شفا ملا علی قاری جلد ا صـ۳۲۹ (۳) اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ جلد ۴ صـ۳۴۴)

ذوالجناح

اختتامی تبصرہ اور مصنف کے موجودہ تاثرات جو ابھی طبع نہیں ہوئے

اے ذوالجناح سبطِ پیمبر کے راہوار ؎ انصار میں حسینؑ کے تیرا بھی ہے شمار

شکرِ خدا ہے کہ کارکنانِ ادارہ نے تراشے یکجا کئے اور صرف بارھواں مضمون اوّل سے ناقص ملا نیا آہنگ مل جانے سے مطالعہ کے فیوض اپنے حجرہ کوں سے خزانۂ محفوظ کی طرف رہنمائی کرتے رہے اور ذوالجناح ہر عزاخانہ کی زینت ۔ ہر جلوسِ عزا کا جزو، اور ماتمی دستہ کا روح رواں ہے۔

بہتان کا جواب

آلِ رسولؐ کی شخصیت ان کے مخالف پر اس قدر بار تھی کہ اگر وہ ان کے فضائل کا انکار کرتے رہے تو منسوبات کو بھی تختۂ مشق بنایا اور خصائص کو مسخ کرتے رہے اور ذوق سلیم کہتا ہے کہ خاموش نہ ہو جو گستاخی کرے اس کے پول کھولنا فرض ہے ناظرین بھولے تو نہیں ہیں - کہ کسی نے کہا تھا۔ نبیٔ خداؐ کا راہوار یک چشم تھا۔ صرف ایک آنکھ تھی اور دوسرے بدسرشت کا قول یہ پڑھا کہ گھوڑا معاذاللہ اندھا تھا راوی کی عیب جوئی تھی جو صفحۂ قرطاس تک آئی۔ تمہارے راویوں کے فہم و ادراک کا یہ حال ہے کہ تم نے خدا کے عظیم فرشتہ ملک الموت تک کو یک چشم تسلیم کر لیا ہے۔ حدیث تاریخ سیرت کی کتابوں میں یہ افسانہ بلا اختلاف پایا جاتا ہے کہ جب حضرت موسیٰؑ کے پاس فرشتہ قبض روح کے لئے گیا تو ان حضرت نے طمانچہ مار دیا ان کی آنکھ اور بصارت کو نقصان پہنچا صحیح بخاری میں صرف تھپڑ کا ذکر ہے اور مسلم نے آنکھ پھوٹ جانے کی صراحت کی ہے (دیکھیے صحیح

مسلم جلد دوئم فضائل حضرت موسیٰ صد ۲۶۷ طبع نول کشور ۱۲۸۰ھ لکھنؤ۔) ایرانی معصر علی اکبر قریشی نے "اسلام کا ایک جائزہ" نامی کتاب میں صد ۲۳ طبع لاہور ۱۹۷۹ء تاریخ کامل وغیرہ کے حوالہ بھی دیئے ہیں اور مضحکہ اڑایا ہے۔ میرا حوالہ چشم دید ہے۔ خدا کے فرشتے اس قسم کے عیب سے پاک ہیں اور رسولؐ کا اسپ بھی ایک طرف تو بیری کے عیب سے منزہ تھا۔ دوسری طرف بول و براز سے سواری کے عالم میں کبھی دوچار نہیں ہوا یہ حق پوشی طبقہ اور اس کے ساتھی عمر بھر اندھیرے میں رہیں گے۔

دن کی صورت نہ دیکھ پائیں گے ؛ رات آئے گی رات جائے گی

ہمارا رویّہ اور تہذیب بھی قوم دیکھے میری زندگی کے آخری کاموں میں جو انجام دیئے۔ مرزا اوج پر ریسرچ میں جو لکھ سکتا تھا وہ لکھا اور ان کا ایک یادگار فوٹو جو میرے سوا کہیں نہ تھا وہ بھی پروفیسر سید سبطِ حسن فاضل زیدی ایم۔اے نوابشاہ کے سپرد کیا۔ ممکن ہے حالات کے ساتھ طبع ہو۔ یہ دہلی دربار کے زمانہ میں حسین آباد ٹرسٹ لکھنؤ کے متولی نواب فغفور مرزا کا وہ عکس جس میں سید جواد صاحب نامی ڈپٹی کلکٹر سکریٹری وقف مشاہیر لکھنؤ کے مجمع میں ان کو سپاسنامہ پیش کر رہے ہیں اس لیے کرسی نشین حاضرین کی طرف ان کی پشت ہے داہنی طرف میر باقر رسالدار انگریزی فوج کے عہدہ دار پوشاک میں ملکی خدمات کے تمغے لگائے ہوئے اور بائیں طرف حضرتِ اوج مرثیہ خان وقف بیٹھے ہیں۔ اس فوٹو کو تاریخ لکھنؤ میں درج ہونا چاہیئے جو شکر خدا ہے کہ زیرِ طبع ہے اور میں نے ان کا عکس صرف اس لئے آنے نہیں دیا کہ انھوں نے اپنے سکریٹریٹ میں وقف کے دلدل کو بوڑھا ہو جانے کی وجہ سے گولی ماردی تھی یہ مغربیت نوازی تھی جس میں وہ نیکنام نہ تھے اور اسی سال ان کی جوان لڑکی فوت ہوئی۔

رسولؐ کے گھوڑے کی فہرست میں آپ نے پڑھا کہ اسپ مفاد ار کو سپردِ قلم کرتے ہوئے مقاتل کا یہ دعویٰ ہے کہ یہی گھوڑا روز عاشور مظلوم کربلا کے زیرِ ران تھا اور تعجب ابو اسحاق

اسفرائنی سے ہے جو اختلاف میں قول اصح میمون کو قرار دیتے ہیں شاید اس کا راز یہ ہوگا کہ ان کے عہد عزاداری میں شبیہہ راہوار اسی نام سے لائی جاتی اور ملک کے رواج کے مطابق اس کا جھوٹا دانہ مریضوں کو صحتیاب کرتا اس دست شفا ہونے سے اسفرائنی کو مجبور کیا کہ یہی گھوڑا تھا۔

میں جس نتیجہ تک پہنچا ہوں وہ یہ ہے کہ گھوڑے کے حالات علم حیوان میں دیکھنے پر کہیں یہ صفت قابل ذکر نہیں پائی گئی کہ وہ خوش آواز ہو اس لئے مرتجز کے بلند آواز ہونے سے امکان ہے کہ وہی زیرِ ران تھا۔ فتح کے باجے، الحرم کے شور گریہ اور تلاطم میں جس کی آواز رانڈوں کے کان تک پہنچی اور یقین ہوا کہ پنجتن کا خاتمہ ہوا اور یہی سواری ذوالجناح کے نام سے ایک قرن کے بعد دوسرے قرن میں پکاری گئی جس نے رسولؐ کی زبانی ایک ذمہ دار شاعر سے حسینؑ کی طفولیت میں خبر شہادت دیتے ہوئے کہلوایا ؎

شہر بانو کو یہی کوہ تک پہنچائے گا ؛ پھر تری لاش پہ رو رو کے مر جائیگا

(تفصیل شہر بانو طبع دوئم صد ۱ میں دیکھو) یہ آمد و رفت جبکہ قولِ رسولؐ ہے تو عقل بتاتی ہے کہ گھوڑے کے اس طویل سفر اور پھر واقعات نے یہ بھی بتایا کہ حرمِ امام کی سواری جزیرہ کی راہ کی ہوگی اس وقت تو ہم نے یہ کہا تھا کہ امام کا گھوڑا سطح آب پر قدم رکھتا ہوا گیا اور آیا۔ اب یہ صحیح معلوم ہوتا ہے کہ وہ قدرتِ خدا سے طاقتِ پرواز ملنے پر فضا میں اڑتا ہوا گیا اور آیا۔ اس رجحان میں قوت پیدا ہوتی ہے جب کوہ رے کی مسافت کو میرے محترم دوست اپنے سفرنامہ میں اچھی طرح بتلاتے ہیں۔

"وہاں بس سے جانا پڑتا ہے کئی ہزار فٹ کی بلندی پر ہے جہاں پہنچ کر ایک وسیع ارض مسطح چبوترہ پر بس ٹھہرتی ہے اور پھر زینوں پر چڑھ کے دو منزلیں طے کرنا ہوتی ہیں۔ عمارت (مقام غیبت) زیادہ بڑی نہیں ہے لیکن اس کا حلقہ خاصا وسیع ہے جہاں ہزاروں زائرین ملتے ہیں اور تہران کے

گرد و پیش کی زیارت گاہوں سے زیادہ مجمع نظر آتا ہے۔" (سفرنامہ ڈاکٹر الحاج منظر حسین صاحب ص۱۹۶ طبع انجمن پریس کراچی ۱۹۸۷ء۔

اتنی اونچی جگہ راہوار کا چڑھنا آسان نہ تھا مجھ بدنصیب کو پہلی زیارت میں وہاں زیارت کے لئے رہنما نہ ملا۔ دوسری زیارت میں میزبان نے یہ عذر کیا کہ میری گاڑی بلندی پہ چڑھ نہیں سکتی۔ پھر مقام قلبت دیکھنے سے محروم ہوا جس کا صدمہ تاحیات نہ جائے گا یہ سفر کی دشواری ظاہر کرتی ہے کہ امام کا مجروح راہوار آہستہ آتا ہوا گیا لفظ میں معنوی لحاظ سے پرواز موجود ہے اور ذوالجناح اسی وجہ سے نام ہوا۔ حضرت جعفر طیار کے جب جنگ موتہ میں دونوں ہاتھ کٹے اور بعد شہادت بہشت میں پرواز کرتے ہیں اس وقت ذوالجناحین ان کا لقب ہوا۔ یہی وجہ تسمیہ ہو سکتی ہے ذوالجناح کی بھی خصوصاً اس وقت جب اس کو شام غریباں سے پہلے واپس بھی ہونا تھا۔ بلغیبہ پرواز واقعات کا ہر پہلو محتاج ثبوت رہتا ہے مقاتل میں ان رجحانات کی تائید پائی جاتی ہے عبداللہ بن قیس کی روایت ہے کہ جب امام مظلوم کی سواری کا گھوڑا در خیمہ سے خبر شہادت دے کر پلٹا تو لوگ اس کے قریب نہ جا سکے اور بھاگے کوئی قادر نہ تھا کہ قریب جائے وہ اس جماعت کفار پہ حملہ کرتا ہوا فرات تک آیا اور پانی میں غرق ہوگیا اور آج تک کسی کو اس کی خبر نہیں۔ ظہور قائم آل محمدؐ پہ ظاہر ہوگا۔ (مجالس واعظین آقا اسمٰعیل یزدی اردکانی طبع ایران ۱۳۲۰ھ فارسی)

یہ خصوصیات تھی جس کے تحت میں واقعۂ کربلا کے ظاہر ہونے سے پہلے انبیاء کی بزم میں ذکر ہوا اور شہادت عظمیٰ کے بعد ہر عزاخانہ میں اس کی شبیہ ہے تو اگر اقوام عالم میں ہندو صاحبان کی مقدس کتابوں میں ذکر ہو تو تعجب نہیں۔ چنانچہ پاکستانی جرائد میں سب سے بہتر تحقیقی کام کرنے والا ماہنامہ معارف اسلام لاہور تھا جو قوت بازو سے حقائق پیش کرتا تھا باہمی جنگ میں کیچڑ اچھالنا اس کا کام نہ تھا اپنے بانیان کی وفات سے بند ہے

اس کے فائل جہاں بھی ہیں حشمت علم کے مرکز اور با عمل واعظ ہیں اور جو بکتے ہیں وہ دیکھ کر نذر قرطاس ہوتا ہے۔ زبانی جمع خرچ نہیں۔ معاصر مرحوم غیاث الدین صاحب مدیر معارف اسلام لاہور شہید مینو انمبر جلد۱۳ شمارہ نمبر۱، ۲۰ محرم الحرام ۱۳۸۶ھ میں لکھتے ہیں راقم الحروف کے زیر مطالعہ اہل ہنود کی کتب کے چند بیانات تھے پڑھتے پڑھتے یجروید کی مندرجہ عبارت پہ آنکھیں رک گئیں جو کہ یقیناً قارئین معارف اسلام اور اہل تحقیق کے لئے ہیں۔

नमः सभाभ्यः सभा पति भ्यश्च
वो नमो नमो अश्वेभ्यो अश्वपतिभ्यश्च वो नमो
नमः ॥२४

نمہ سبھا بھیہ سبھا پتی بھیشچ وو نمو نمو دشو بھیو
دشو پتی بھیشچ نمو نمہ (۲۴ء)

ترجمہ: مجلسوں اور مجلسوں کے مالکوں کو بار بار نمسکار ہے گھوڑوں اور گھوڑوں والوں کو بھی بار بار سجدہ ہو۔ ترجمہ از شری یت پنڈت آتما جی۔ بحوالہ یجروید ادھیائے ۱۶ منتر ۲۴ کتاب ویدارتھ پرکاش حصہ اول ص۱۶۱ مطبوعہ ۱۹۳۵ء سائی بھگتی پریس بال بازار امرتسر۔

فاضل مضمون نگار نے لکھا ہے کہ ہندو تہذیب یہ ہے کہ وہ جسے قابل عزت سمجھتا اس کے سامنے ہاتھ جوڑتے ہیں اور سر جھکاتے ہیں لہٰذا اس جگہ سجدہ یا نمسکار سے مجلسوں میں گھوڑے کی عزت و تکریم برقرار ہے (معارف اسلام از صفحہ ۶۵ و ۶۶ خلاصہ)

تعارف روز عاشور

ذوالجناح کی آخری خدمات میں حقیقت روز عاشور بھی ثابت ہوتی ہے اور جن علماء کے سامنے شہرت کی بنا پر شہیدوں کی تعداد ۷۲ تھی ان کا یہ کہنا کہ روز عاشور ۷۲ گھنٹہ کا تھا ان کا کہنا تھا کہ ہر شہید کا اذنِ جہاد، رخصت، مقتل میں پہنچنا، جنگ شہادت ایک گھنٹہ سے کم میں

نہیں ہوا کرتی۔ (ان یوم عاشورہ فی یوم الطف لم یکن فی سائر الایام)
(اکسیر العبادات فی اسرار الشہادات۔ عربی آقائے دربندی ص ۲۸۴ و ۳۷۳ و ۴۱۵)
اس ارشاد سے اس دور کے دوسرے عالم علامہ شیخ جعفر شوستریؒ نے اتفاق نہیں کیا
ان کی لفظیں یہ ہیں "روز عاشور ہفتاد و دو ساعت بود (فوائد المشاہد فارسی ص ۴۱۳
طبع بمبئی ۱۳۲۷ھ) وجہ انکار نہیں معلوم۔ اس بحث کو ہم نے سوانح جون غلام ابوذر ص ۳۸
میں اٹھایا ہے۔ اور جبکہ الحسینؑ کے منظرِ عام پر آنے کے بعد واقعہ کربلا پر قلم اٹھانیوالوں
میں جہاں تک میری نظریں مقاتل اور مراثی پر پہنچیں سب شہداء کے نام ۲۰۰ تک پہنچے
ہیں تو اب ہم نہ آقائے دربندی سے اختلاف میں زیادہ گھنٹوں کا دن کہتے ہیں[۵] اور ذوالجناح
کے شہر بانو مخدومۂ امام کی کوہ شمران آمد و رفت میں کربلا پہنچنے پر شامیوں کو قتل کرتے
ہوئے فرات میں غرق ہونے تک کی المناک لمحات کو شمار کر کے دنیا کو حیرت میں ڈالتے ہیں
صرف یہ کہنا ہے کہ رسول عربی پیغمبر آخرالزماں تھے اور آثار قیامت اسی عہد سے شروع ہو
گئے اور قرآن نے واشگاف لفظوں میں روز حشر نشر کو ہزار سال کا طولانی کہا ہے اور
وہ احادیث جو باتفاق فریقین اس امر پر دلالت کرتے ہیں کہ جو کچھ امم سابقہ میں ہوا وہ
اس امت میں بھی ہوگا اور ان اخبار کے ذیل میں صحف انبیاء بھی پُر زور تائید کرتے ہیں
کہ حضرت موسی بن عمران کے وصی سے ان کے دشمنوں کی جنگ ہو رہی تھی اور اگر دن کے بارہ
گھنٹے ختم ہو کر ہفتہ کی شب لگ جاتی تو فوج ہاتھ روک لیتی یوم السبت ان کا قابلِ احترام دن
تھا اس لئے قدرت نے سورج کی رفتار کو روکا اور جب تک جنگ ختم نہیں ہوئی۔ غروب آفتاب
نہیں ہوا اسی طرح روز عاشور ہفتاد کی قربانی اور ذوالجناح کے غرق فرات ہونے پر دن
ختم ہوتا ہے ان تمام قربانیوں کو ایک دن میں پہنچنا تھا بارگاہ احدیت میں اصل عبارت

---

۵ ۲۰۰ شہیدوں میں ۱۴ شہید حضرت مسلم کی قربانی کے بھی شمار ہوئے تھے ان کو
گھٹانے کے بعد ۱۸۶ ہوئے اور اتنے گھنٹہ کا دن اب ہو سکتا ہے۔

صحف انبیاء کی زندگانی جو ان میں دیکھو۔ درس نظامی میں جو فارغ التحصیل ہو مختصر معانی پڑھ
چکے ہیں وہ انکار نہیں کر سکتے۔ اب رہا یہ کہنا کہ ۷۲ شہید پر تم خود کتابچہ لکھ چکے ہیں اور
دور ماضی میں مبصرین کی بزم میں اس تعداد کو ثابت کیا یہ تضاد فکر بدحواسی ہے اگر یہ کہا تو ہم
شبہ کرنے والے کو خردماغ کہیں گے ۷۲ کے معنے یہ ہیں کہ جو اس امتحان عظیم میں تین دن کی
پیاس اور پانی بند ہونے کی سختیوں میں یکجا تھے وہ بہتر تھے۔ ان کی حوالت کتاب بشیر تشیع میں ہے

جاتے ہیں ترے کوچہ سے قاتل خفا نہ ہو ٹکڑے تو ڈھونڈ لیں دلِ صد پاش پاش کے

نقل ذوالجناح

مولف کشف الغمہ کی رائے یہ تھی کہ سورۂ عادیات
وادیٔ رمل میں حضرت علی کی کامیابی پر نازل ہوا تھا بقسم فاتحِ
راہوار ہوتے تو میں عرض کروں گا۔ باطل سے شکست کھانے والے جو دراصل مظفر و منصور
تھے جو خون سے رنگین تھے جو سوار نہ تھے صرف گھوڑے تھے وہ اس سے زیادہ قابل احترام
ہیں یہی عقلی فیصلہ تھا کہ اقوام عالم ذوالجناح کی قدر کرتے ہیں ہز مجسٹی نواب حامد علیخان
مرحوم فرمانروائے ریاست رامپور (یوپی) بھارت سے اپنے یورپ کے سفرنامہ میں
لکھتے ہیں۔

یورپ

جرمن میوزیم سے سوار ہو کر ہم ہامن زولرن دوسرے عجائب خانہ گئے
اس میں زیادہ تر بین تاریخی یادگاریں رکھی ہیں ایک گھوڑے کے مرنے
کے بعد کھال میں کچھ بھر کر استادہ کیا، زین کس کر لگام دی، درشل زندہ راہوار کے رکھا ہے
فریڈرک کا بھی ایک سفید گھوڑا ہے (سفرنامہ روم جلد ۲ ص ۱۴۹ طبع آگرہ)

کلکتہ

میں ۱۳۶۸ کا عشرہ ہوا عام راستوں سے جلوس ۱۰ محرم گذرتا ہوا
آگے بڑھا تو مسلم اور غیر مسلم عورتیں اور مرد ذوالجناح کے آگے گھڑوں
میں پانی لاکر زمین پر بہاتے اور آب جاری ظاہر کرتا کہ ہم وہ ہیں جو اپنے مہمان کو پیاسا
نہیں رکھتے بے زبان جانور کے لئے بھی پانی حاضر ہے اور یہ تعلیم بھی اسی پیشوائے اعظم کا

اسوۂ حسنہ ہے جس نے محمد مدارؒ کے لشکر کو مع راکب و مرکب سیراب کیا۔

اندور مالوہ کا علاقہ مدھیہ پردیش میں انڈیا کے قیام کا آخری سفر ۱۳۷۹ھ میں ہوا۔ عصر کے وقت کربلا سے بڑے گھوڑے کا نکلنا اور زائروں کا اژدہام اس مجسمہ کے بارے میں وہاں کے روایات۔ ایک منظر غم اور پُردرد حکایت ہے اسپ چوبین فارسی کی کہاوت میں پایا جاتا ہے اور اپنی آنکھ سے دیکھا شیعی نظریہ کے لحاظ سے قابلِ اعتراض بھی مگر مسلم حلقوں میں کسی نے صدائے اختلاف بلند نہ کی۔ نہ کہیں فساد ہوا وہ ہندو جو گائے کی پوجا کرتے ہیں کبھی جلوس عزا میں اس نے بھی تصادم نہیں کیا۔

لکھنؤ شہر میں جو امام باڑہ درگاہیں ہیں وہی نہیں وہاں جابجا دلدل کے مجسمہ مسلم معمار اور کاریگروں کے ہاتھ سے تعمیر ہوتے رہے اور چونکہ مسلمانوں میں عزاداری کے سلسلے مشترکہ یادگار تھی اس لئے غیر شیعہ اہلِ قلم نے شہر کے حالات میں اس کو استحسان کی نظر سے دیکھ کر چھوڑ نہیں دیا بلکہ اپنے الفاظ میں تصویر کشی کی استہزا کی نظر سے کسی نے نہیں دیکھا انجینیر کی تعریف کی جس کی مشہور اہلِ قلم شیخ تصدق حسین وکیل لکھنؤ کربلا حاجی سیتا پر قلم فرسائی کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ وہ ایک سُنّی المذہب مسلمان تھے کشمیر وطن تھا اس کربلا کی عمارت میں قابلِ ذکر یہ ہے کہ ایک پورے قد کا بیٹھا ہوا چوبی اونٹ جس کے دونوں جانب کجاوے اور پشت پر نہایت خوبصورت ضریح چوبی رکھی تھی عمارت بالکل منہدم ہوگئی تھی (الواعظ ماہنامہ مدرسۃ الواعظین لکھنؤ بابت ۱۹۴۵ء ص ۸)

یہ شبیہ ۱۹۲۵ء تک باقی تھی اور میں نے اپنی مرتب کردہ تاریخ بھارت کے دوران قیام کی آخری تصنیف (تیرہویں صدی کے لکھنؤ میں کربلا ص ۱۰۲ ج ۱) پر مکمل بحث کی ہے۔ عہدِ نواب سعادت علی خاں کے سُنّی شیعہ اتحاد کا نمونہ تھا کاش اس اعلیٰ صفت کا کوئی عکس ہوتا مٹتے ہوئے لکھنؤ میں اگر کوئی حفاظت نہ کرسکا تھا تو اب محلہ پیر بخارہ میں کالا امام باڑہ اس تصویر کا دوسرا عکس اسی شان کا اپنے سایہ میں رکھتا ہے پاکستان سے جلنے والے میلاد فوٹو

حاصل کریں کراچی کی قدیم اسلامی یادگار میں سون میانی کا امام باڑہ بھی دلدل کا چوبی مجسمہ رکھتا ہے جو مقدس ترین شبیہہ ہے صدہا برس کی یادگار ہے عزاداری کا فروغ مسلمانوں میں ایک کرشمۂ قدرت ہے جو سلف سے ہوتا چلا آیا ہے جس نے تعزیہ نہ رکھا اس کا نقصان جان یا مال ہوا۔ کبھی بشارت ہوئی سچے خواب نظر آئے توبہ و انابت پر تیار کیا۔ کسی کو کشف و اشراق سے حضور اکرم صلعم تعزیہ کے ساتھ ننگے سر دکھائی دیئے اور سیرتِ رسولؐ پر عمل نے عروج دیا۔ دلدل کو سیراب کرنے میں عزادار کوشش کرتے ہیں اور ان کا عقیدہ ہے کہ دودھ میں ملیدہ جو امام کی سواری کو پیش کیا جاتا ہے اس کا آمش مریضوں کو اچھا کرتا ہے اس کی مثالیں اور نام صحت پانے والوں کے میرے سامنے ہے طول کا ڈر یہاں سے آگے بڑھاتا ہے اور اس پر کسی نے نکتہ چینی نہیں کی۔ جس کا سبب بظاہر یہ ہوسکتا ہے کہ حضرت ام المومنین بی بی عائشہ سے مسلمانوں نے ½ دین حاصل کیا ہے (دیکھو مدارج النبوت ج ۲ ص ۴۶۹ نول کشور) اور یہ حقیقت اسلامی تالیفات میں موجود ہے کہ ان کے گھر میں جو گھوڑا تھا بیمار پڑکے مرنے کے قریب پہنچا تو اس کو ذبح کرکے پکایا کھایا سیر و سیراب ہوئے محلہ کی دوسری عورتوں نے بھی کھایا۔ (سنن دار قطنی ج ۲ ص ۵۴۴) ام المومنین کی سیرت پر میں نے ۲۰۰ صفحات لکھے ہیں اگر گھوڑے کا گوشت دسترخوان پر آچکا ہے تو یہ فعل عقیدتمندوں کا صرف مریض کے لئے قابل اعتراض نہ ہوا۔ شیعہ طبقہ کے کسی دسترخوان پر یا ماہ رمضان کے کسی افطار میں گوشت اسپ آپ کو نظر نہ آئے گا ہم اکثریت کے عمل کے ذمہ دار نہیں۔ لکم دینکم ولی دین۔

نظیر ذوالجناح بزم رسولؐ میں عزائے حسینؑ جس کا تیرہ سو برس سے روزافزوں ارتقا ہے اور اقوام عالم کی ہمدردی رفتہ رفتہ اس مظلوم سے پیدا ہوتی جارہی ہے جس کو نام نہاد مسلمانوں نے لاتعداد

۱؎ کاتب عرض کرتا ہے کہ ۲۴ اگست ۱۹۸۴ء کے شمارہ جنگ میں گھوڑی کے دودھ کے خواص یہ تحریر ہیں کہ وہ سِل کے مریضوں کے لئے مفید ہے۔ ۱۲

مصائب، بے حد و انتہا رنج و آلام سے دوچار کرتے تلوار کے گھاٹ اتارا مسلمان نہ ہوتے ہوئے ذبیلائے تہذیب تمدن ان کے صبر و شکیب کا کلمہ پڑھتی ہے اور ممکن نہیں کہ ان کی شہادت کی تاریخوں میں ان کی یاد تازہ نہ ہو اور عقیدت کے پھول ان کے ایوان عظمت میں نہ چڑھائے جائیں۔ مجلس ان کی پرسکون یاد کا نام ہے جس میں ضروری نہیں کہ دوست دشمن سب شریک ہوں اگر اغیار آئیں تو ہم روکتے نہیں۔ البتہ جلوس آنحضرتؐ کی جگر سوز داستان کی ایک چلتی پھرتی تصویر ہے جس میں راہ چلنے والوں کی بے قصد و ارادہ بھی شرکت ہوتی ہے اور تغفل سے کام نہ لینے والے بھی طائرانہ نظر سے اور سرسری نگاہ کے بعد سمجھتے ہیں کہ یہ پرچم کسی علمدار کی یادگار ہے اور خالی گھوڑا کسی بہادر خستہ سوار کی طرف نسبت کا شرف رکھتا ہے اور تصویر غم ہونے کے سوا ہرگز دل آزار نہیں مسلمانوں کے پاس ان کے علمی سرمایہ میں دو بیش بہا گوہر کتاب خدا اور سنت رسولؐ ہے قرآن حکیم نے سورۂ عادیات میں قسم کھا کر جنگی گھوڑوں کی لافانی عزت باقی رکھی اور پیغمبرؐ کے اس گھر میں جو بقول معترض حبیبۃ الرسول کا حجرہ تھا اس شبیہہ کی نظیر کم و بیش دس گیارہ سال تک رہی اور کسی عزیز یا غیر کی جرأت نہ ہوئی کہ وہ احتجاج کرتا۔ جلوس عزا میں شبیہہ ذوالجناح نکلنے پہ حدیث دین قوی ہے جس کو قدماء و متاخرین اور عصر حاضر کے اہل قلم بلا اختلاف لکھتے چلے آئے ہیں اور اسلامی لحاظ سے یہ حقیقت ہے کہ ام المومنین کے گھر میں گھوڑے کی صورت کا ایک مجسمہ تھا اور سرکار دو عالمؐ اسے دیکھ کر آزردہ نہ ہوئے نہ اس کو ہٹانے کا حکم دیا جو کہنا چاہتا ہوں وہ میں نے خود آٹھ حوالوں سے اسلامی کتب میں دیکھا ہے۔ ان النبی قال لہا یوماً ما ھذا قالت بناتی قال فما ھذا الذی اری فی وسطھن قالت فرس لہ جناحان قالت اما سمعت انہ کان لسلیمان بن داود علیہ السلام خیل لہا اجنحۃ فضحک رسول اللہ حتی بدت نواجذہ۔ نبیؐ خدا نے حضرت عائشہ سے ایک دن ان کی گڑیاں دیکھ کر کہا کہ یہ کیا ہے عرض کیا کہ میری لڑکیاں ہیں

فرمایا بیچ میں ان کے کیا ہے جو میں دیکھ رہا ہوں کہا گھوڑا ہے جس کے دو بازو (پَر) ہیں پھر کہا۔ کیا میں نے آپؐ سے نہیں سنا کہ حضرت سلیمان جو داؤد کے بیٹے تھے سلام خدا ہو ان پر ان کے گھوڑے پرواز کرتے پیغمبر یہ سن کر اس قدر ہنسے کہ دندان مبارک ظاہر ہوگئے۔ دیکھو (۱) انساب الاشراف بلاذری صـــ ۲۱۴ طبع مصر (۲) صحیح سنن المصطفیٰ ابو داؤد صـــ ۳۰۵ (۳) احیاء العلوم غزالی جلد ۲ صـــ ۲۴۵ (۴) طبقات ابن سعد جلد ۸ صـــ ۱۶۲ طبع مصر (۵) مشکوٰۃ المصابیح جلد ۲ مترجم صـــ ۱۵۲ و ۵۱۶ طبع دہلی (۶) مدارج النبوت شاہ عبدالحق دہلوی صـــ ۱۷۴ نول کشور (۷) تاریخ الاسلام ڈاکٹر ابراہیم حسن استاد تاریخ مصر صـــ ۱۲۲ قاہرہ۔ ۱۲۵۲ھ (۸) امہات الامہ صـــ ۴۲ حافظ نذیر احمد ایل ایل ڈی اوایل طبع ثانی دہلی ۱۹۳۵ء۔ اس واقعہ کے ناقل علماء ہیں امام غزالی کو بیان کے رکیک ہونے کا احساس ہوا انھوں نے گرتی ہوئی دیوار میں یوں اڑانا لگایا کہ والحدیث محمول عندنا علی عادۃ الصبیان۔ یہ حدیث ہمارے علماء کے نزدیک لڑکیوں کے شغل کے تحت میں ہے گڑیوں کی روایت اس سے زیادہ مقامات پر اسلامی کتابوں میں ملے گی مگر جس حدیث کو موضوع سے تعلق اور گہرا ربط ہے وہ بھی عیون الفاظ ہیں جو آپ کے سامنے ہیں مشکوٰۃ شریف میں بھی یہ روایت موجود ہے اور اس بات کی صراحت ہے کہ واقعہ جنگِ تبوک کے بعد کا ہے جو پیغمبر کے آخر عمر کی لڑائیوں میں سے ہے حافظ نذیر احمد صاحب جن کی ڈگریوں سے علمی مرتبہ واضح ہوتا ہے اور ان کی لفظیں یہ ہیں گڑیوں میں کپڑے کا ایک گھوڑا بھی تھا جس میں کاغذ کے دو پر لگے تھے کاغذ کے پروں کا کچھ رجحان تو سنن داؤد کی روایت میں بھی ہے مگر گھوڑا کپڑے کا تھا اس کا کیا ثبوت ہے اس کے سوا کیا کہا جائے کہ واقعہ ان کے گھر کا ہے اس لئے حقیقت امر وہ جانتے تھے دوسرا اردو کا مترجم اس کشف و اشراق کو کیا سمجھے اور خاص بات یہ ہے کہ صحیح بخاری میں بھی گڑیوں کی روایت موجود ہے چشم ما روشن و دل ما شاد۔ مگر گھوڑے کی ساخت کا وہاں تو ذکر نہیں ہے اور قابل غور یہ

ہے کہ ایک طرف تو کاغذ کا یہ قحط کہ رسولؐ کے دوات و کاغذ (قرطاس) طلب کرنے پر نہ ملے اور گڑیوں کے لئے کاغذ موجود ہے (دیکھو صحیح بخاری جلد ۱ صہ ۲۵ جلد ۲ صہ ۱۳۸ جلد ۳ صہ ۶۵ و جلد ۴ صہ ۱۶۲ (۲) تاریخ طبری ج ۳ صہ ۱۹۳ (۳) مسند ابن حنبل ج ۱ صہ ۳۵۵ (۴) متاع الاشراف۔

میرا خیال ہے کہ گڑیاں بنانا ان کا ذاتی فعل اور فتویٰ تھا بلاذری نے اقرار کیا ہے کہ وہ آخر عمر تک مسائل کے جواب دیتی رہیں (انساب الاشراف ج ۱ صہ ۴۱۸)۔ شاہ عبدالحق کا عقیدہ ہے کہ وہ مجتہدہ تھیں جب انھوں نے مجسمہ بنایا تو ہم راہوار کی شبیہ دوسرے راہوار کی شکل میں بناتے ہیں وہ ہرگز محتاج ثبوت نہیں پیغمبرؐ کا اس کو دیکھ کر تبسم نہیں ہنسنا ثابت ہو چکا ہے جو بلند درجے خوشنودی کا اس کو مسلمان کبھی فراموش نہ کریں۔

اس واقعہ پر استدلال سب سے پہلے شمس العلماء مولانا سبط حسن صاحب قبلہ مرحوم نے اپنے مخصوص انداز بیان میں فرمایا۔

ذوالجناح کی خدمات اور آخری سواری میں عذر

مجاہدین راہِ خدا کے لئے ایک خاص بات

یہ بھی ہے کہ جس گھوڑے پر وہ شہید ہوئے اسی پر محشور ہوں گے اور حدیث ہے:- خیول الغزاۃ خیولھم فی الجنۃ جنگ کرنے والے سوار سپاہی انھیں گھوڑوں پر بہشت کی ابدی قیام گاہ میں پہنچیں گے اور وہاں بھی ان کی خاص سواری یہی ہوگی۔ (معالم زلفیٰ صہ ۲۸۰) ذوالجناح کے لئے مستقبل کا شرف اس کے افتخار میں کافی تھا اور یہ وہ لافانی عزت ہے جس کی تفصیل براق نبویؐ کی سیرت سے پائی جاتی ہے علامہ مجلسی شبِ معراج کے حالات میں تحریر فرماتے ہیں وفی روایۃ اخری ان البراق لم یمکن بسکونہ لرکوب رسول اللہ الا بعد شرطہ ان یکون مرکوبہ یوم القیامۃ

دوسری روایت ہے کہ براق پیغمبر کو اپنی پشت پر بیٹھنے نہ دیتا۔ مگر اس شرط کے بعد سواری میں آیا کہ روز قیامت حضورؐ براق ہی پر سوار ہوں[1] جانوروں کے اس نفسیاتی فعل کے بعد اب ہمیں قدر ہوتی ہے امام مظلوم کے راہوار کی رخصت آخر کے بعد جب امام پشتِ زین پر آئے تو گھوڑا قدم نہیں اٹھا رہا تھا جب تک صادق الاقرار سے کہلوا نہیں لیا کہ حشر کے میدان میں وہ جناب اسی سواری پر تشریف لائیں (وسیلۃ النجات فارسی باب ششم) ان روایات کا حاصل یہ ہے کہ براق کو بھی یہ آرزو تھی کہ وہ اولین و آخرین اور فرشتگان مقربین کے بے پناہ مجمع میں اسی پر سوار گزریں اور ذوالجناح بھی یہی چاہتا ہے کہ حشر کے میدان میں اہل محشر کو کربلا کا منظر دکھلائے اور اس کی وفا تا ابد فراموش نہ ہو۔ یہ ایک مستقل بحث ہے کہ گھوڑے کے سوار پر کیا حقوق ہیں۔ رسولِ خدا کا ارشاد ہے کہ مسافر جب منزل پر پہنچے تو سواری کے جانور کے آب و دانہ کا انتظام کرے (رسن ۶ علفھا قبل نفسہ[2]۔ خود کھانا نہ کھاؤ راہوار کے سامنے گھاس پہلے ڈالو (مکارم الاخلاق طبرسی)۔ ناسخ کے فرمان کے مطابق جب چار ہزار سواروں کو جو فرات پر راہ روکے تھے شکست دے کر گھاٹ تک پہنچے تو گھوڑے سے کہا انت عطشان وانا عطشان واللہ ذقت الماء حتی تشرب۔ تو بھی پیاسا اور میں بھی تشنہ لب ہوں خدا کی قسم میں پانی نہ پیوں گا جب تک تو سیراب نہ ہو۔ راہوار سوار کا حکم سمجھا اور پانی سے سر اٹھا لیا اور بتایا کہ جب تک آپ نہ پیئیں گے میں سیراب نہ ہوں گا (ناسخ التواریخ صہ ۲۶۴ طبع بمبئی) گھوڑے کی وفا کا تقاضا تھا کہ وہ مالک کے سیراب ہونے سے پہلے سیراب نہ ہو حضرت عباس کے راہوار کا بھی پانی نہ پینا یقینی ہے اگر نوحؑ کا اپنے سفینہ میں جگہ پانے کے لئے جانوروں سے کلام صحیح تھا اگر یعقوبؑ نے اطراف کنعان کے بھیڑیوں سے بات کی۔ گھوڑے سے کہا آخری سلاح مرا در فلاں جزیرہ برساں آن جزیرہ کہ جدم رسول اللہؐ نشان دادہ۔ اب میرے آلات حرب وہاں پہنچا

---

[1] بحار الانوار جلد ۶ بحث معراج صہ ۲۷ طبع ایران ۱۳۰۲ھ

[2] شرح عقد المصائب آخوند قاسم علی صہ ۲۲۴ طبع نول کشور ۱۳۱۶ھ

دینا جس کا میرے جد نے حکم دیا تھا جب امام شہید ہو چکے تو راہوار نے اپنی غم آگیں آواز سے خبر دینے کے لئے خیمہ کا رُخ کیا ادھر عمر بن سعد نے حکم دیا کہ رسولؐ کے اسپ کو گرفتار کر کے میرے سامنے لاؤ۔ فوج یزید بڑھی اور اسپِ مجروح نے اپنے سموں اور دانتوں سے سواروں کو زمین پر گرایا اور بروایت صاحب عوالم چالیس شخص کو قتل کیا۔ عمر سعد نے کہا چھوڑ دو اور دیکھو کیا ہوتا ہے۔

آخری لقب جواد

عرب میں تیز رَو گھوڑے کو اس کی حالت رفتار میں جواد کہتے ہیں چنانچہ شاہزادہ علی اکبرؑ جب رخصت ہو کر میدان کی طرف گئے تو ان سے راہوار کی روانگی پر مقاتل میں ہے کہ آس ع الجواد سرع الحسین ع فرزند کا گھوڑا جتنا تیز ہوتا جاتا امام پیادہ پا دوڑتے ہوئے چلے اس لفظ کا استعمال ذوالجناح کے لئے پیش کر کے یہ مقالہ ختم ہوتا ہے اور ہمارے ادبا کی بلند پروازیٔ ذہن کا رسا ہونا بھی آپ معلوم کریں۔ میر انیس عرض کرتے ہیں ع شبیرؑ بھی سخی تھے فرس بھی جواد تھا گھوڑے کی تعریف میں ان کا یہ مصرعہ فراموش نہ ہوگا بہر حال گھوڑا دشمنوں کو روندتا ہوا درخیمہ پر پہنچا اور بلند آواز سے سنائی ظلما ظلما امیۃ لامۃ قتلت ابن بنت نبیہا زین ڈھلا ہوا باگیں کٹی ہوئی۔ خیمہ سے نکل آئیں نوحہ و شیون کرنے لگیں کوئی خاتون گردن اسپ میں بانہیں ڈالے ہوئے کوئی عنان فرس سے لپٹی ہوئی۔ بچہ سموں سے۔

اس سلسلہ کی آخری قسط صرف اوّل سے ناقص دستیاب ہوئی جس کا پہلا حصہ تلف ہو چکا تھا آخری صفحہ بڑا ہی ضروری فوائد پر مشتمل ہے جس کو عربی اشعار چھوڑ کر ترجمہ پر اکتفا کرتا ہوں محمود طریحی نے ذوالجناح درخیمہ پر آنے میں حضرت زینب کے نوحہ کے ۶۰ اشعار میں جو نقل کیا ہے اس کا ترجمہ یہ ہے مظلوم (بھائی) کا سینہ زخموں سے چُور ہے اور بہن بھائی کو اس حال میں دیکھ کر اپنے قلب و جگر میں جلن محسوس کرتی ہیں اور حالتِ اضطرار میں وہ اجتماع مصائب سے منہ پیٹ رہی ہیں اور ننگی دل سے زن بیمر مُردہ کی طرح ہیں اس کے بعد شیخ ابوالحسن جمال الدین

عبدالعزیز خلیعی وفات ۷۵۰ھ کے تعارف میں پہلے لکھا ہے کہ ان کے ماں باپ دشمن اہلبیت تھے ان کی کوئی اولاد نہ تھی ماں نے منت مانی کہ اگر لڑکا پیدا ہوگا تو زائر حسینؑ کو راہ میں لوٹنے پر مامور کرے گی لڑکا ہوا اور سن تمیز کو پہنچا جوان ہوا دست و بازو میں طاقت آئی ماں نے حکم دیا کہ آج میری نذر پوری ہو اور زائرین حسینؑ کو جا کر لوٹ لے یہ راہ مسیب میں پہنچا اور سو گیا زائرین کا انتظار تھا خواب میں دیکھا کہ حشر کا دن ہے اور فرشتۂ عذاب اس کو دوزخ کی طرف لے جا رہے ہیں آنکھ کھلی تعبیر ذہن میں آئی نور ایمان کا جلوہ ہوا توبہ کی ماں باپ کے غلط روئیہ سے منہ موڑا اور درخیمہ پر رخصت امام میں جو شعر کہے اس کا ترجمہ یہ ہے۔

پکارے۔ اے زینب اٹھو اور میرے سفر آخرت سے پہلے رخصت ہو لو میں تم کو پرہیزگاری کی وصیت کرتا ہوں محمدؐ کے گھرانہ کا میں ہوں جو بہترین کنبہ ہے تم کو اب سجاد کی پیروی کرنا ہے وہ مرکز قرآن اور علم کثیر رکھتے ہیں جناب زینب نے جب مقتل میں بھائی کو زخموں سے چور دیکھا اور گھوڑے لاش کو پامال کر رہے تھے اپنے تئیں گھوڑے کے سموں میں ڈال کر اپنی جان کو خطرے میں لئے ہوئے تھیں اور بین کرتی تھیں بھیّا قیدیوں کا اب کون سرپرست ہے اور یتیموں کا کون خبر گیر۔ بہن نے بھائی کی نعش پر اپنے تئیں گرایا اور خون برادر اپنے ہاتھوں سے رخسار پر ملا اور اپنی ماں کو پکاریں۔ (دیکھو الغدیر جلد ششم صـ ۱۲)